



عمر کا در کعبہ دست خانہ می نالہ حیات  
تازہ بزم عشق یک دانائے راز آید برون

# یادِ اقبال

ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات پر  
ہندوستان کے مقتدر شعراء کا اظہارِ عقیدت مندی

مُرتب

چودھری غلام سرور فگار

(سابق ایڈیٹر رسالہ پیغامِ حق لاہور)

## اقبال اکیڈمی

۴۵ الف سرکل روڈ - بیرون موجی گیٹ لاہور

موصول ڈاک سہ

قیمت - پچیس روپے

ایک ہزار

بار دوم

۱۹۴۳ء

مطبوعہ دین محمدی پریس سرگڑھ روڈ لاہور

شائع کردہ

سید محمد شاہ صاحب ایم۔ اے  
از دفتر

اقبال اکیڈمی

۵۴ الف (سرگڑھ روڈ سیرین پوچی) دائرہ لاہور

# تقریظ

ان

آرزیل سر عبد القادر بیرسٹرایٹ لاسابق مبرانڈیا کونسل (لندن)

کلام اقبال کو جو عالمگیر مقبولیت — سر محمد اقبال کی زندگی میں ہوئی، اس کی مثال ادبیات کی تاریخ میں کیاب ہے اور جس فراخ دلی کے ساتھ اُن کے ہم عصر شعراء نے ان کی دنیا کے بعد اُن کے کمال کا اعتراف کیا ہے، وہ بالکل بے مثل ہے۔ مجھے کوئی اور نظیر معلوم نہیں کہ اتنے شاعروں نے اپنے ہم عصر کے کلام کی داد ایسی بے ساختگی سے دی ہو جیسی اقبال کے عہد کے شعراء نے دی ہے۔ ان میں بعض ایسے ہیں جو ابتدا میں اقبال کی بڑھتی ہوئی شہرت پر رشک کرتے تھے مگر آخر زمان گئے کہ قسام ازل نے جو ہندی سر اقبال کو دی تھی وہ ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوئی۔ امدان

کے ہم عصروں کو چھوڑ کر نوجوان شعرا تو اس حد تک مداح ہیں کہ تقریباً سب ان کے زنگ سغن کے مقلد ہیں۔ انہوں نے اقبال کے انتقال کو اس قدر محسوس کیا ہے کہ ان کے آئینہ نگار تک نہیں تھمتے۔ انہی ارادت مندوں میں جناب غلام سرور فگار بھی ہیں۔ انہوں نے یاد اقبال نامی ایک کتاب مرتب کی ہے۔ جس میں وہ چیدہ چیدہ نظمیں جمع کی ہیں۔ جو اقبال کی وفات پر لکھی گئی ہیں۔ اُس کا حصہ اول شائع ہوا ہے۔ شروع میں کچھ درد بھری غزلیں ہیں جن میں فگار صاحب نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اور اُس کے بعد دیگر معاصرین کی نظمیں

ہیں\* فگار صاحب ایک شاق اخبار نویس ہیں۔ کچھ عرصہ آپ لکھنؤ کے اخبار ہمدیم کی ادارت میں حضرت جالب مرحوم کے ساتھ شریک رہے۔ سیالکوٹ سے اُن کا ایک رسالہ دبستان کئی سال تک شائع ہوتا رہا۔ اور اب اس کی جگہ رسالہ پیغام حق نے لی ہے۔ جو لاہور سے نکلتا ہے۔ کلام اقبال کی اشاعت اس رسالہ کا خاص مقصد ہے۔ اس لئے یاد اقبال

جیسی کتاب کی ترتیب کے لئے نگار صاحب خاص طور پر  
موزوں ہیں ۴

نگار صاحب کی اپنی نظموں کے بعد دوسرے شعرا کے منتخب  
مرثیے ہیں۔ سب سے پہلے جناب حسرت موہانی کی ایک نظم ہے  
جس کا یہ مصرعہ ان کے احساس کی ترجمانی کے لئے کافی ہے۔  
فرماتے ہیں

دل پہ ذوق شاعری اک بار ہے تیرے بغیر  
حضرت حفیظ جالندھری نے اپنی مختصر سی نظم کو اس بلند شعر  
پر ختم کیا ہے

اقبال بلند تھا ہمارا  
اب اور بلند ہو گیا ہے  
جناب حفیظ ہوشیار پوری کے مرثیے کا ایک بند کا یہ آخری  
شعر قابل ملاحظہ ہے۔

کدھر کو جائیں اہل کارواں "بانگ درا" گم ہو  
درا کا ذکر کیا اس کارواں کا رہنما گم ہے  
خواجہ دل محمد صاحب ایم اے پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور  
نے کئی قطعات لکھے ہیں۔ جن میں یہ قطعہ خاص طور پر داد

کے قابل ہے

کون لائے گا اب پیام سروش، اے دل، اقبال ہو گیا خاموش  
 شمع خاموش سال بھری ہے عیسوی، شمع شاعری خاموش  
 جو مرائی اس مجموعہ میں انتخاب کئے گئے ہیں، سب اپنی  
 اپنی جگہ قابل تعریف ہیں اور اس بے نظیر اثر کا ثبوت دیتے  
 ہیں۔ جو اقبال اور کلام اقبال نے شعرائے وقت پر کیا۔ امید  
 ہے کہ یاد اقبال کے پڑھنے والے اس انتخاب کو پسند کریں گے  
 اور فگار صاحب کی تلاش اور محنت کی داد دیں گے۔



# اقبال اُن کا نام اور کام

جناب محمد حسین سید بی اے (جامعی)

کچھ دن پیشتر ڈاکٹر اقبال ہم میں موجود تھے، اُن کی بلند پایہ ہستی ہمارے  
 لیے بایہ صد ناز تھی۔ ہم کو اُن کی صحبتوں اور مجلسوں کا لطف حاصل تھا۔  
 اُن کی زیارت دل و دماغ کو روشنی اور روح کو فرحت و انبساط بخشتی تھی۔  
 ہم اُن کے ارشادات اور فرمودات سے فیض یاب ہوتے تھے، انہیں  
 تھی کہ یہ سلسلہ ابھی کچھ اور جاری رہے گا، اور یقین تھا کہ ہم ابھی دو مرتبہ  
 کے اس بلند مرتبہ حکیم اور فلسفی، انسانیت کے سچے ہمدرد و متحمم اور دنیائے  
 اسلام کے ایک ناز و فرزند سے کچھ اور کرب و فطرت کر سکیں گے۔  
 لیکن افسوس، من در پد خیالم و فلک در چہ خیال۔ ۲۱ اپریل ۱۳۵۱ء کی صبح سے



ہماری تمام آرزوؤں اور تمناؤں کا خون کر دیا، اور ہمت کا وہ درختاں  
ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا

آں قدرج بٹکت و آں ساقی نہ ماند

ساقی یقیناً نہیں رہا مگر قدح ہنوز باقی ہے۔ یہ سچ ہے آج ہم  
میں ڈاکٹر اقبال نہ رہے، ان کی صحبتیں اور مجلسیں نہ رہیں، مگر ان کا جیتا  
بخش پیام ہم میں باقی ہے، جو ولولہ نازد انہوں نے ہمت کو بخشتا ہے وہ  
سلامت ہے، اُن کی گرم لوائی اور آہ صحر گاہی ابھی فضا میں موجود ہے،  
ان کی درویشانہ اور قلندرانہ زندگی ہمارے لئے مثال ہے۔ اگر ہم میں کچھ  
احساس پیدا ہو گیا ہے، اگر اُن کی بانگ در آنے ہم کو غفلت سے کچھ  
چونکا یا ہے، اگر اُن کی نالائیم شبی نے ہمارے بعض قلوب پر کچھ اثر کیا ہے  
اگر اُن کی ضرب یکمی نے ہمارے دل کے بتوں کو ٹوڑ ڈالا ہے، اگر اُن کے  
بال ملکوتی کے سہارے ہمارے پست ذہنیں کچھ بند ہوئی ہیں تو پھر کوئی  
وجہ نہیں کہ ہم ان کی وفات پر ماتم ہی کرتے رہیں۔ بلکہ ہمارے لئے  
لازم ہے کہ ان کے زندگی بخش پیام کو سمجھیں اور سمجھائیں، اُن کا سا  
فضل و کمال اور اُن کی سی نور بصیرت اپنے میں پیدا کریں، اُن کا سا  
سوز و ساز، اُن کی تپ و تاب ہم آپس میں بانٹ لیں، اُن کے نالائیم  
کا نیاز، ان کی خلوت و انجمن کا گداز ہم لے لیں، ان کی امنگیں اور

آرزوئیں، اُن کی اُمیدیں اور جستجوئیں ہم حاصل کریں یہی کچھ اس فقیر کی  
متاعِ تحقیق ہے۔ جو ہمیں عطا کرنا چاہتا تھا۔

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر اسی سے فقیری میں ہوں میں اسیر  
مرے تافنے میں لٹا دے اسے لٹا دے ہٹھکانے لگا دے اسے  
رُنباکوڑا کٹر اقبال جیسی نادر ہستیاں صدیوں کے بعد میسر آتی ہیں  
جب لوگ عام طور سے اقبال کے کلام کو سمجھنے لگیں گے تو ان کے حالات  
کی پھان بین کی جائے گی، ان کی زندگی کی تفصیلات کی جستجو ہوگی، ایک  
ایک لمحہ کے حرکات و سکنات درج کئے جائیں گے، جس کا شمار بھی  
مشکل ہو جائے گا۔

اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، ان کے آباء کا اصلی وطن کشمیر  
تھا، جہاں سے دو سو سال پہلے ان کے جدِ اجداد ہجرت کر کے سیالکوٹ  
میں آئے تھے، اقبال کے دل کو کشمیر کی یاد اکثر گدگداتی تھی۔

کشمیر کا چمن جو مجھے دلپذیر ہے اس باغِ جانفز کا یہ ببل اسیر ہے  
ورث میں ہم کو آئی ارم کی ہر جائداد جو ہے وطن ہمارا وہ جنتِ نظیر ہے  
اقبال کے مورث کشمیری پنڈتوں کے ایک قدیم خاندان سے تعلق  
رکھتے تھے جس کی ایک شاخ اب تک کشمیر میں موجود ہے۔ آپ کے  
جدِ اعلیٰ ایک دلی کے ساتھ عقیدت ہو جانے کی وجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے

میں اصل کا خاص ہونائی آبا مرے لاتی و منائی  
مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر مئی بینی  
برہمن زادہ رمز آشنائے روم و تبریز است

جس زمانہ میں اقبال پیدا ہوئے وہ مسلمانوں کے لئے کچھ عجیب  
فلاکت و اذیت کا زمانہ تھا، دنیائے اسلام نزع کی حالت میں تھی ہندوستانی  
مسلمانوں کی جب آزدی میں شکست کھانے کے بعد ہمت مار کر ہتھیار  
ڈال چکے تھے مسلمانوں پر بغاوت کا الزام لگا کر ان کی ہر طرح سرکوبی کی  
گئی تھی، اور بظاہر ان میں زندگی کے کوئی آثار باقی نہیں تھے۔ سرسیدؒ  
اور ان کے رفقاء ان کو جھوٹا بکرا اٹھانے کی کوشش پیہم کر رہے تھے، مگر  
ان میں کوئی حرکت نظر نہیں آتی تھی، دنیا نے اسلام کا بھی یہی حال تھا،  
مسلمان حکمران یا غیر ملکیوں کے ماتھے میں کچھ پتلی تھے یا اپنی رعایا کے لئے  
نہایت جابر و قاسر، خود عیش و عشرت میں سرشار اور رعایا جہالت و افلاس  
میں سرمست، یورپ کے گدھے ان کو مردار سمجھ کر ان پر ہر طرف سے ٹوٹ  
پڑے تھے، اس حال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے ان  
کی اصلاح و سدھار کے لئے دنیائے اسلام میں چند باکمال ہستیوں کو مامور  
کیا۔ ترکی میں مصطفیٰ کمال، ایران میں رضا شاہ پہلوی، مصر میں زاعول پاشا  
ہندوستان میں محمد علی اور ابوالکلام وغیرہم پیدا کئے۔ ان میں کسی نے تو

موقعہ مناسب مل جانے کی وجہ سے اپنا کام پورا کر لیا کسی نے کام کو شروع کر دیا مگر مکمل نہ کر سکے، اور کچھ تکمیل کے لئے شب و روز کوشاں ہیں۔ اُمت کی یہ اصلاح و سدھار الگ الگ وطنی، قومی اور نسلی بنیادوں پر ہوئی۔ اب ضرورت ایک ایسے معمار کی تھی جو ان مختلف اینٹوں سے بڑیچی مصطفوی بنیادوں پر ایک نئے جھار تخت کی تعمیر کرے اللہ نے اس کام کے لئے اقبال کو ہندوستان میں (۱۹۰۵ء) میں پیدا کیا۔

اقبال کے والد ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ ان میں مذہبیت اور دینداری بہت تھی۔ ان کے بڑے بھائی حکومت کے ایک ممتاز عہدہ دار تھے۔ اقبال کی تربیت کا سہرا ان ہی بزرگوں کے سر ہے۔ اقبال کی تعلیم مکتب سے شروع ہوئی، ذہن اور حافظہ خداداد تھا، مڈل سے جو انبیاء انعام تھے اور وظیفے حاصل کرنا شروع کیا، تو ایم۔ اے تک کرتے ہی چلے گئے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ اس طرح اپنی تعلیم کے بار سے اپنے والدین کو ہلکا رکھا۔ ایف۔ اے تک کی تعلیم ریا لکوٹ میں ہوئی۔ وہاں ان کو ایک شفیق استاد شمس العلماء مولوی میر حسن مل گئے، جو عربی فارسی میں عبور رکھتے تھے، اور ان کو یہ کمال حاصل تھا کہ اپنے شاگرد کو جو مضمون پڑھاتے اس کا اس میں صحیح مذاق پیدا کر دیتے۔ اقبال نے حتی الوسع خوب استفادہ

کیا۔ بی۔ اے کی تعلیم کے لئے لاہور آنا پڑا۔ گورنمنٹ کالج میں داخلہ ہوا۔ فلسفہ اختیاری مضمون پسند کیا۔ حسن اتفاق سے وہاں ایک فاضل مستشرق پروفیسر آرنلڈ سے ملاقات ہوئی۔ ان کو فلسفہ کا بڑا اچھا ذوق تھا۔ جویندہ بابتدہ اقبال نے ان سے بھی اچھی طرح کسب فیضیت کیا۔ آپس کے تعلقات ایسے بڑھے کہ شاگردی دوستی کی حد تک پہنچ گئی۔ جب آرنلڈ صاحب انگلستان تشریف لے گئے تو اقبال نے ”نالہ فراق“ کے عنوان سے آرنلڈ صاحب کی یاد میں ایک نہایت مؤثر نظم لکھی اور بالآخر ۱۹۰۵ء میں آرنلڈ صاحب کی کوشش نے اقبال کو انگلستان بھیج دیا۔

خوش قسمتی سے اقبال کو اپنے علمی منازل طے کرنے کے لئے بہت

اچھے اچھے رہبر ملے اور بڑے بڑے علماء نے سابقہ پڑا، انگلستان پہنچنے پر کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ کرایا۔ وہاں ڈاکٹر میک ٹیکرٹ براؤن، نکلسن اور سارمی جیسے فضلا سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اقبال نے ان کے تلمذ و علم و ادب سے خوب گل چینی کی کیمبرج یونیورسٹی سے بندہ یہ تحقیقات علمی فلسفہ اخلاق کی ڈگری لی۔ پھر جرمنی کی ہیڈلگ یونیورسٹی سے ایک کتاب فلسفہ ایران لکھنے پر مامور ہوئے۔ ڈی کا فرسٹ کلاس ڈپلوما حاصل کیا، اس کتاب پر انگلستان کے مشہور پریچوں میں بڑے بڑے اہل الرائے کے تبصرے شائع ہوئے، اور کتاب یورپ میں مقبول ہوئی۔ جرمنی سے پھر لندن واپس آئے اور

وہاں اسکول آف پولیٹیکل سائنس میں داخل ہوئے، وہاں سے فراغت کے بعد بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ انگلستان کے دوران قیام میں اسلام پر چھ پبلک لیکچر دیئے جو بہت مقبول ہوئے، لندن یونیورسٹی میں پروفیسر آرنلڈ کے نامنعام کی حیثیت سے چھ ماہ تک عربی کے پروفیسر بھی رہے، یہ شرف کسی ہندوستانی کو شاید ہی حاصل ہوا ہوگا ۛ

۱۹۰۵ء میں تین سال کی کامیاب کوششوں کے بعد اقبال وطن لوٹے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۲-۳۳ سال کی تھی۔ اس عمر میں اتنے علمی اعزازات اور ڈگریاں اللہ کی دین ہیں۔ اپنی مادری زبان کے علاوہ انگریزی، عربی، فارسی، سنسکرت اور یورپ کی کئی زبانوں میں ماہر ہونا کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ اس عمر میں شہرت اور مقبولیت کی اس بلندی پر پہنچ جانا کچھ کم قابل رشک نہیں ۛ

---

اقبال جب ولایت جا رہے تھے تو دہلی میں حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں حاضر ہوئے اور القائے مسافر کے عنوان سے ایک دعائیہ قصیدہ بطور نذرانے کے ان کی جناب میں پیش کیا، جس کا ایک شعر اقبال کے میلان طبع اور فطرت سلیم کا پتہ دیتا ہے ۛ

تیری لمحہ کی زیارت ہوں زندگی ل کی مسیح و خضر سے ادنیٰ مقام ہے تیرا  
نہاں ہے تیری محبت میں لنگ بھری بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام

دگر کشادہ جبینم گل بہار تو ام

اقبال کے دل میں بزرگوں کی یہ ارادت اور عقیدت آخر عمر تک  
باقی رہی۔ آگے چل کر اقبال اپنے سفر کی غرض و غایت بتاتے ہیں  
اور ان کے توسط سے اللہ سے دعا مانگتے ہیں۔

چلی ہے بے کے وطن کے نگار خانے سے شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو  
فلک نشیں صفت مہربوں نما سننے میں تیری دعا سے عطا ہو وہ نردماں مجھ کو  
مقام ہم سفر دی سے ہواں قدر آگے کہ سمجھے سنسنل مقصود کارواں مجھ کو  
مری زبانِ فہم سے کسی کا دل نہ دکھے کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسمان مجھ کو  
دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر تیری جناب سے ایسی بے فغاں مجھ کو  
پھر آریکھوں قدم مادر و پدر پر چھیں کیا جنہوں نے محبت کا راز داں مجھ کو  
تنگنہ ہوئے کئی دل کی پھول ہو جائے

یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ اقبال کی یہ دعا جس طرح  
حرف بہ حرف مقبول ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ وہ مسافرِ جبّین

سال کے بعد یورپ سے لوٹتا ہے تو پھر اسی عاجزی اور انکماری کے تحت  
اس درویش کے آستانہ پر حاضر ہو کر اپنی محبت اور اپنی پرانی مفید تمندی  
کا اظہار کرتا ہے، یورپ کی آب و ہوا، اس کی تہذیب و تمدن اور نئے  
علوم ہندوستان سے جانے والے اکثر طالب علموں کی قلب مامیت کر  
دیتے ہیں مگر یہ اقبال پر مطلق اثر انداز نہیں ہوتے۔

غدا ب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں  
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل

اقبال دہلی سے گزر کر انبالہ رُکے اور اپنے دوستوں سے ملے، ہوئے  
لاہور پہنچے اسٹیشن پر اعزہ و احباب کا جمگھٹا تھا، اسی دن شام کو ان کے  
اعزاز میں ایک پارٹی دی گئی، دوسرے دن بیکوٹ پہنچ کر اپنے ماں  
باپ کے قدموں پر پیشانی رکھی :

اقبال جب ایم اے پاس کر چکے تھے تو اوہیٹل کالج لاہور میں  
فلسفہ اور سیاست پڑھنے کے لیے داخلہ ہوئے، پھر فورٹس کالج میں فلسفہ اور  
انگریزی کے پروفیسر ہو گئے، اور اپنے فرائض کو بہت حسن و خوبی سے  
انجام دیتے تھے، اکثر طالب علموں کو اپنے گھر پر پڑھایا کرتے تھے علمی شغل  
ان کی زندگی کے لئے لازمی عنصر ہو گئے تھے۔ جب اقبال یورپ سے



واپس آئے تو کچھ دنوں بدستور گورنمنٹ کالج میں پروفیسر رہے، پھر اس کے بعد وکالت شروع کی، مگر وکالت کو اقبال کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں حاصل ہے۔ وہ محض کسب معاش کا ایک ذریعہ تھی۔ جو کچھ اس سے ہاتھ آجاتا اس پر تناعت کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ جو کچھ کماتے جب تک وہ خرچ نہ ہو جاتا عدالت کا منہ نہ دیکھتے، اور جو وقت اس طرح بچتا وہ کتب بینی، غور و فکر، ملت کی حالت سدھارنے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے ذرائع سوچنے میں گذارتے، ان کی زندگی کی ساری کمائی ان کے کلام کے وہ چند مجموعے ہیں جو آج ملت کے لئے گراں بہا اور قابلِ فخر خزانہ ہے \*

اقبال ذہنی طور پر فرقہ بندی سے بہت بلند تھے، ان کی ہمدردی آزاد اور ترقی پسند طبقہ کو حاصل تھی مگر وہ عملی سیاست میں قدم رکھنا نہیں جانتے تھے۔

یہ عقیدہ اسے سیاست تجھ مبارک ہوں  
کہ فیض عشق سے ناخن میرا ہے مینہ خراش  
لیکن ان کے دوستوں نے باصرہ ۱۹۲۶ء میں کونسل کے انتخابات کے لئے امیدوار کھڑا کیا اور وہ کثرتِ رائے سے کامیاب

ہو گئے۔ کونسل میں تاحدا مکان مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ ان کا درد مند دل غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کی سود و بہبود کے لئے ہمیشہ بیتقرار رہا۔ اور کونسل کے مختلف اجلاسوں میں ان کے فائزے کی بہت سی تحریکیں پیش کیں۔ اور اس قسم کی تمام تحریکوں کی پُر زور تائیدیں کیں۔ ایک تحریک پیش کی کہ ملک کا ایک طبقہ اکثریتی پیشواؤں اور بزرگوں پر مکینے حملے کیا کرتا ہے، گورنر جنرل باجلاس کوششیں۔ سیرسٹارٹ کی جائے کہ اس قسم کی حرکتوں کے سبب باب کے لئے کوئی قانون نافذ کیا جائے، چنانچہ ایسا ایک قانون ۱۹۲۷ء میں منظور ہو کر نافذ ہو گیا۔ ان کے اسلم ہند سے مشتتے کرنے اور حکومت کو شراب نوشی کے انسداد کی حکمت عملی اختیار کرنے کی تحریک بھی آپ نے پیش کی وغیرہ وغیرہ \*۔

۱۹۲۷ء میں مدراس یونیورسٹی نے چند لکچر دینے کے لئے آپ کو مدعو کیا۔ آپ آخر دسمبر میں وہاں تشریف لے گئے۔ اس سلسلہ میں اونٹنی کئی مقامات پر سونے بنگلہ اور سرنگا پٹم کی سیر کی، مختلف افراد ادارے اور انجمنوں کی طرف سے آپ کو دعوتیں ہوئیں، اور بے شمار سپانساتے آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ آپ نے وہاں کی یونیورسٹیوں میں لکچر دیا دیا۔ اعلیٰ حضرت نظام دکن نے بھی منے کی دعوت دی۔ آپ شاہی مہمان ہو کر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی شاہانہ مہمان خوانی کی گئی

اس دوران جبر آباد، بیسور اور مدراس کے اخباروں نے آپ کے فضل و کمال پر مقالات لکھے اور بعض نے اقبال نمبر شائع کیا ۔

۱۹۳۱ء میں حکومت ہند کی دعوت پر گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ واپسی میں اسپین، فرانس، اٹلی اور فلسطین کی سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان لوٹے، اس سفر میں یورپ سے ہمارے لئے جو تحفے لائے وہ بہت ہی قابل قدر ہیں۔ بال جبریل کی اکثر نظمیں اسی سفر میں لکھی گئیں۔ اسپین کی سیاحت اور اسلامی عہد کے آثار جامعہ قرطبہ کھنڈرات و عمارات کا ان کے دل پر بہت اثر پڑا۔ جو نظمیں قرطبہ میں لکھی گئی ہیں بڑی دلچسپی اور بڑے غور کے ساتھ مطالعہ کی مستحق ہیں ۔

اسی سال آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے، المآباد میں اس کا سالانہ اجلاس ہوا جس میں انہوں نے ہندو متا پیوں کے آپس کے مناقشات دور کرنے کے لئے پاکستان کی معرکتہ الازرا تجویز پیش کی جس سے آج کل بڑی دلچسپی لی جا رہی ہے ۔

۱۹۳۳ء میں شاہ افغانستان نے اپنے ملک کی تعلیمی اصلاحات کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے آپ کو کابل آنے کی دعوت دی۔ آپ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اور سر اس مسعود مرحوم کے ساتھ افغانستان تشریف لے گئے۔ اس سلسلہ میں ملک کے دوسرے حصوں کی سیر کی مختلف شاہ و گدا کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ قندھار میں خرقہ مبارک کی زیارت کی، اس کے تاثرات کو آپ نے فارسی میں منظوم کیا ہے۔ مسافر کے نام سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

علمی سیاریات سے اقبال کی دلچسپی برسے نام تھی۔ مگر ادھر چند سال سے بالکل الگ ہو گئے تھے۔ دکالت بھی چھوڑ دی تھی اور گوشہ نشین ہو کر زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ اپنی تصانیف سے جو کچھ آمدنی ہوتی اُس پر گزارہ تھا، خرچ بہت تھا۔ کئی آدمیوں کی پرورش کے علاوہ ایک لڑکے جہاد سید کی تعلیم کے مصارف برداشت کرنے پڑتے تھے۔ کتابوں پر بھی ایک کثیر رقم صرف کرتے تھے۔

چند سال ہوئے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے ان کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، انہوں نے ازراہ قدرانی و علم پروری پانچ سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا تھا، جس سے ان کو ایک گونہ اطمینان

ہو گیا تھا۔ اس سے کچھ سال پیشتر ان کو اپنی تصانیف سے کیمشت تقریباً ۲۵، ۳۰ ہزار کی رقم مل گئی تھی، جس سے انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے نام سے ایک مکان جاوید منزل میوڑوٹ پر بنوا لیا تھا۔ جن لوگوں نے آپ کا مکان دیکھا ہے ان کا بیان ہے کہ کہنے کے لئے تو کوٹھی ہے مگر اپنی سادگی اور بے سرو سامانی کے لئے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کوٹھی کے ایک گوشہ میں چار پائی پر کبھی لیٹے، کبھی ٹکیوں کے بل بیٹھے دن بھر حلقہ پیا کرتے تھے۔ چار پانچ سال سے ان کو بیماری نے اور بھی بالکل مجبور کر دیا تھا۔ گلے سے آواز بڑی تکلیف سے نکلتی تھی، بصارت کم ہو چکی تھی، موتیابند کا مرض تھا، اس کا آپریشن کرانا چاہتے تھے۔ مژوری فالتوئی کا یہ عالم تھا کہ مشکل گھر سے بجل کر صحن میں آ کر بیٹھتے۔ نواب صاحب بھوپال نے ان کو علاج کی خاطر بھوپال بلا لیا تھا۔ کچھ دنوں وہاں رہے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو پھر لاہور پہنچے آئے اور وہیں علاج جاری تھا۔ اُمید تھی کہ افاقہ ہو جائے گا۔ اس حالت میں بھی اس فدا لئے ملت کے ارادے اور حوصلے قابل قدر اور لائق تائش ہیں۔ اس بیماری کے عالم ہی میں جب بھوپال میں علاج کر رہے تھے تو بہت سی نظمیں لکھیں جو غریب کلیم میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ نثر میں موجودہ حالات کے مطابق ایک فقہ اسلامی مرتب کرنے کا خیال تھا، اس کے لئے مشرق و مغرب سے مواد

اکٹھا کر رہے تھے، لیکن افسوس موت نے اس کا موقع نہ دیا، اور نہ ملت کو اسلامی اور سیاسی زندگی کا ایک ایسا دستور مرتب کر کے دے جاتے جو ملت اسلامیہ کے موجودہ انتشار و بے چینی کے لئے جیسا کچھ مفید ثابت ہوتا اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ آپ آکسفورڈ یونیورسٹی، پیروڈس لکچر کے سلسلہ میں بھی چند خطبات دینے والے تھے۔

کئی سال سے آپ زیارت بیت اللہ و حرم نبویؐ کا ارادہ رکھتے تھے پچھلے سال یوم اقبال کے موقع پر جب اتنا ذی مولانا اسلم صاحب لاہور تشریف لے گئے تو ڈاکٹر صاحب سے ملے تھے، ڈاکٹر صاحب نے اُن سے فرمایا کہ میں دو سال سے ارادہ جمع یہاں ہوں۔ بلکہ وہ اشعار بھی لکھ لئے تھے جو سفر سے متعلق ہیں اور ان میں سے کہیں کہیں سے نیا بھی، بلکہ سے مدینہ کو فائی کے وقت ایک منزل لکھی ہے جس میں اللہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

تو باش این جا و با خاصاں بیامیسن

کہ میں دارم ہوائے منزلی دوست  
کہتے ہیں کہ یہ شعر سناتے ہی گریہ ایسا گلو گریہ گیا کہ آواز بند ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو پکٹنے لگے۔ افسوس! ان کو بیت اللہ اور حرم نبویؐ کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ حجاز سے ہمارے لئے کیا کچھ تحفہ لاتے جس کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کعبہ کی زیارت

کے لئے حجاز جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوئے ہیں جن کی زیارت کے لئے کعبہ خود آتا ہے۔ سچ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو کیسے اپنے سفر سے متعلق پیشگی اشعار لکھ لیتے۔۔۔۔۔ ان اشعار کے مجموعہ کا نام ارضخان حجاز ہے اقبال آخر عمر میں حبیبِ نبویؐ میں بالکل ڈوب گئے تھے جیسا کہ اوپر کے واقعہ سے ظاہر ہوا ہوگا وہ اپنے محبوب و گناہِ خداوندِ علیم و خیر سے کیسے پوشیدہ رکھ سکتے تھے پھر اس کی غفاری اور تارسی سے کچھ اطمینان بھی تھا۔ مگر وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ روزِ محشر ان کے گناہ کسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو جائیں۔ چنانچہ ان ہی دنوں ایک نہایت پُر سوز و موثر رباعی ان کی زبان سے نکلتی ہے۔

تو نہی از ہر دو عالم من فقیر      روزِ محشر غدرائے سن پندیر  
تو اگر بینی حساب ہم ناگزیر      از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اسی زمانہ میں وہ انگریزی زبان میں ”بھولا ہوا پیغمبر“ (FORGOTTEN PROPHET) کے عنوان سے ایک نظم لکھنا چاہتے تھے۔ کاش! اگر وہ نظم لکھی جاتی تو انگریزی زبان کا بھی ایک شاہکار اور غیر فانی نظم ثابت ہوتی +

جب اقبال کی شہرت بہت عام ہو گئی ان کی کتاب ”اسرارِ خودی“ اور ”رموز بے خودی“ کا یورپ کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور ان کے علمِ دہل

کاڈنکا چار دانگ عالم میں، بجنے لگا تو حکومت ہند نے بھی الزامہ قدر دانی بڑے اعزاز و اکرام سے سب سے بڑا خطاب ”سرا“ ان کو پیش کیا، اور انہوں نے اس کو قبول کیا۔ اس پر لوگوں کو اعتراض ہے کہ اقبال جیسے حریت پسند اور آزاد انسان نے اس کو کیوں قبول کیا۔ پھر ان پر یہ بھی الزامات ہیں کہ ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر ایک المیہ ترکیب بند لکھا۔ گورنر کی شان میں قصیدہ لکھا، ان کی ساری زندگی سرکار پرستوں کے ساتھ گزری، مع ہے عجب مجموعہ اعدا و اسے اقبال تو

بات یہ ہے اقبال ایک بلند مرتبہ انسان تھے، ان کا دل فرقہ پرستی سے پاک تھا، اور دوست و دشمن ان کی نظروں میں یکساں، وہ قدر شناسی میں بہت فیاض واقع ہوئے تھے، اگر کوئی ان کے ساتھ معمولی احسان کرتا تو زندگی بھر اس کے احسان کو مانتے، اگر وہ کسی میں کوئی خوبی دیکھتے تو بڑی فراخ دلی سے اس کا اعتراف کرتے، انہوں نے شیطان کی خودی کو بھی سراہا ہے، اور یہ یوں کہ جیسے خوشخوار انسان کی ندرت فکر و عمل کی بھی داد دی ہے۔ اقبال کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ان کی نظر کسی برائی کی نسبت اچھائی پر زیادہ پڑتی ہے۔ ان کا قلم کسی سچو کھینے سے بالکل پاک ہے نہ زندگی بھر میری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے ”پر عمل رہا ہے۔ اس لئے ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر جن کے بعض ذاتی اوصاف مستمہ ہیں اگر کوئی



درد انگیز ترکیب بند ان کے قلم سے نکل جاتا ہے، یا کسی انگریز کے  
 فلسفی اخلاق سے متاثر ہو کر کوئی مدیجہ قطعہ لکھ دیتے ہیں یا کوئی دشمن ان  
 کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا ہے، اور وہ اپنی اس اعلیٰ ظرفی سے  
 کام لے کر اس کو قبول کر لیتے ہیں تو اس میں تعجب کی بات نہیں  
 ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ اوروں کی طرح "سر" ہو کر واقعی  
 حکومت کے آلہ کار بن گئے ہوں اس کے لئے ہم کو ان کی زندگی پر  
 نظر ڈالنی ہوگی۔ ہم ان کی ساری زندگی ٹٹولتے ہیں اور عاجز و درماندہ  
 رہ جاتے ہیں۔ ان کی ساری زندگی تو ایک زندہ شرب صوفی اور درویش  
 کی سی معلوم ہوتی ہے۔ زندگی بھر ان کی زبان پر یہ شعر رہا، اور اس کی  
 دوسروں کو تلقین بھی کرتے رہے۔

اے مرے فقر غیور فیصلہ تیرا۔ ہے کما  
 خلعت انگریز یا پیسہ رہن چاک چاک

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت  
 فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم

بر خلاف اس کے ان کے ساتھی مرے کیا کچھ ہو گئے، اگر افریقہ

کی ایجنسی ان کو پیش بھی کی جاتی ہے تو اس کو قبول نہیں فرماتے، اس قسم کے بہت سے مواقع نام و ثروت کے زندگی میں ان کو حاصل ہوئے۔ مگر وہ ہمیشہ ان سے احتراز کرتے رہے ۛ

ڈاکٹر اقبال کیا تھے ؟ اس سوال کا جواب بہت مشکل ہے۔ کہنے کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ دنیا کے ایک بہت بڑے انسان، دور حاضرہ کے ایک بلند پایہ حکیم و فلسفی، دنیا پر خودی کا راز فاش کرنے والے، انسانوں کو آداب جنوں و خود آگاہی سکھانے والے، غلاموں کو اسرار فقر و شہنشاہی سمجھانے والے، مسلمانوں کو نشانِ مومن بتانے والے حقیقت کے ترجمان، انسانیت کے معلم، وطن کی عزت، ایشیا کی آبرو، ملت کی شان و غیرہ وغیرہ، لیکن ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں انسانِ کامل کی ایک جھلک پائی جاتی تھی، وہ خود دار فقیر کے مرن اور عاشقِ رسول تھے، وہ ملتِ اسلامیہ کو ایک دولہ تازہ بخشے، انسانیت کو چہا تازہ دینے اور غلاموں کو درسِ خودی دینے کے لئے مامور ہوئے تھے اور ہم اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ بحمد اللہ اس حکیم شرق نے اپنے فرض کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ اب ان کے کام کی تکمیل اور اس کے نتائج سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے خدا ہم کو اس کی توفیق دے ۛ

# کلمۃ للناس

علامہ اقبال کی یاد میں جو لٹریچر ہندوستان میں شائع ہوا ہے اُس میں "یاد اقبال" سب سے پہلی کتاب ہے جو ۱۹۴۷ء کے شروع میں اقبال اکیڈمی نے شائع کی تھی۔ بہاول پور کے محکمہ تعلیم نے اس کتاب کی یہ قدر دانی کی کہ ریاست کی لائبریریوں اور اسکولوں کے لئے اسے منظور کر لیا اور پہلا ایڈیشن نصف کے قریب خرید لیا۔ اس کے بعد حکومت آصفیہ حیدر آباد دکن کے محکمہ تعلیم نے اسے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور فرمایا مگر ایسے وقت میں سرکلر جاری ہوا۔ جب اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا تھا۔ دوسرا ایڈیشن اس وقت بہت دیر کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ کتاب کی بہت مانگ ہے اسلئے کہ یہ ایڈیشن بھی پہلے ایڈیشن کی طرح ہاتھوں ہاتھ نکل جائے گا۔ و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

محمد شاہ

مہتمم اقبال اکیڈمی لاہور

# فہرس

| صفحہ | صاحب مضمون                             | مضمون                                   | نمبر شمار |
|------|--|---|-----------|
| ۳    | جناب آئینل سر شیخ عبدالقادر صاحب       | تقریظ                                   | ۱         |
| ۷    | جناب محمد حسین سید جامعی               | اقبال اُن کا نام اور کام                | ۲         |
| ۱۶   | سید محمد شاہ ایچ اے مہتمم اقبال اکیڈمی | کلمۃ لفظ شکر                            | ۳         |
| ۲۹   | نوکار                                  | بخدمت حضرت اقبال                        | ۴         |
| ۳۰   | نوکار                                  | کیمیائے عشق سے اقبال تیری شہت خاکہ      | ۵         |
| ۳۱   | نوکار                                  | ہو گیا پتہاں وہ میر کا رواں لاہور کا    | ۶         |
| ۳۲   | نوکار                                  | تو نے اے اقبال چھوٹا کھنور سا اقبال کیا | ۷         |
| ۳۵   | فنا صاحب ابوالاثر حفیظ جالندھری        | اقبال بلند ہو گیا ہے                    | ۸         |
| ۳۶   | مولانا حسرت موہانی                     | انکس غوفی                               | ۹         |
| ۳۷   | حفیظ موٹیار پوری صاحب                  | نالہ پابند نے                           | ۱۰        |
| ۴۳   | مفتی احمد رضا میکیش                    | حضرت اقبال کا مزار                      | ۱۱        |
| ۴۵   | خواجہ دل محمد صاحب ایم اے              | اقبال کے مزار پر عقیدت کے آئسو          | ۱۲        |
| ۴۷   | جناب جلال الدین صاحب پیر مٹر           | اقبال                                   | ۱۳        |
| ۴۸   | ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے        | علامہ اقبال                             | ۱۴        |
| ۴۹   | ابو نعیم نقشر جالندھری                 | وصال اقبال                              | ۱۵        |
| ۵۰   | مولانا ناصر حسن حسن پوری               | آہ اقبال                                | ۱۶        |
| ۵۱   | بزمی انصاری                            | آہ سر اقبال                             | ۱۷        |
| ۵۲   | اثر عکوالی                             | یاد اقبال                               | ۱۸        |
| ۵۵   | جناب بسمل دہلوی صاحب                   | اقبال اور سر زمین پنجاب                 | ۱۹        |
| ۵۷   | سید فیضی جالندھری                      | سرورِ رفتہ                              | ۲۰        |
| ۵۸   | منظور حسین صاحب منظور                  | نوحہ اقبال                              | ۲۱        |

|     |                                   |    |                     |
|-----|-----------------------------------|----|---------------------|
| ۶۰  | مولانا خلد بخش صاحب اختر ادلسری   | ۲۲ | اقبال               |
| ۶۲  | جام عباسی را پیوری                | ۲۳ | اقبال               |
| ۶۶  | عابد الانصاری غازی صاحب           | ۲۴ | علامه اقبال         |
| ۶۹  | ادرس البکالوی                     | ۲۵ | آه اقبال            |
| ۷۲  | شیخ روشن دین صاحب تقویر           | ۲۶ | اقبال جنت میں       |
| ۸۱  | اقبال شہسوم بہیروی                | ۲۷ | نذر اقبال           |
| ۸۲  | سراج الدین ظفر                    | ۲۸ | اقبال               |
| ۸۵  | شیر محمد سعید                     | ۲۹ | عظمت اقبال          |
| ۸۶  | اجمل فیض آبادی                    | ۳۰ | شکست پیشہ           |
| ۸۷  | محمد اختر منٹال صاحب عطاء         | ۳۱ | مرقد اقبال          |
| ۸۹  | لارنگین ناتھ آزاد بی              | ۳۲ | ما تم اقبال         |
| ۹۳  | ضلیق قریشی                        | ۳۳ | نوحہ علم            |
| ۹۵  | تبسم قریشی                        | ۳۴ | استقبال برت         |
| ۹۷  | الطاف حسین بشدی صاحب              | ۳۵ | اقبال کا پیغام      |
| ۱۰۲ | ایمن شہانی صاحب                   | ۳۶ | سر اقبال            |
| ۱۰۳ | اختر بریلوی صاحب                  | ۳۷ | نوحہ اقبال          |
| ۱۰۹ | خواجہ غلام نظام الدین صاحب        | ۳۸ | ترجمان مذمت بیضاغوش |
| ۱۱۱ | محمد صادق صاحب عنیاء              | ۳۹ | مزار اقبال پر       |
| ۱۱۴ | پنلال ششدر                        | ۴۰ | غم اقبال            |
| ۱۱۵ | عاشق محمد صادق                    | ۴۱ | بیادشت عمر مشرق     |
| ۱۱۶ | غلام قادر صاحب فرخ                | ۴۲ | اقبال زما برقت      |
| ۱۱۹ | غلام مصطفیٰ صاحب بی               | ۴۳ | وفات اقبال          |
| ۱۲۰ | ذیب عثمانیہ بیگم صاحبہ            | ۴۴ | آہ علامہ سر اقبال   |
| ۱۲۲ | نمیدہ خاتون فرحت مدیرہ خانوین شرق | ۴۵ | آہ! شاعر مشرق       |
| ۱۲۳ | سروایگم اختر حیدر آبادی           | ۴۶ | آہ! اقبال           |
| ۱۲۵ | عاصم بیگم صاحبہ مخفی              | ۴۷ | ما تم اقبال         |

# بخدمتِ حضرت اقبال

میں مجھلا دوں کس طرح پھر ترانہ شبانہ  
 ہے اسی کے دم سے میری یہ نواسے عاشقانہ  
 مرے سازِ زندگی کو ہمہ تن گدا کر کے  
 یہ نکل رہا ہے پیہم ترے عشق کا ترانہ  
 وہ حقیقت اپنے جلوں کو دکھائے چھپ گئی ہے  
 شبِ دردِ جن کی آمد کا تھا منتظر زمانہ  
 دل بے قرار یہ بھی کوئی زندگی ہے تیری  
 نہ نگاہِ قہرمانہ نہ ادائے دلبرانہ  
 میں سناؤں ان کو کیسے یہ پیامِ رزمِ ہستی  
 ہے عمر بھر جو سنتے شبِ عیش کا فسانہ  
 ترے آئینہ میں بدامِ گار ہوں  
 ہو مجھے بھی تاکہ حاصلِ تب و تابِ جاودانہ

# کیمیائے عشق ہے اقبال تیری مشیتِ خاک

پھر تنہا رشتہ کو آکر مرے ہمیشہ ذکر  
 دشت کے ذروں کو پھر مہرِ تجلی بریز کر  
 پھر بدل دے قوتِ تخلیق سے راہِ حیات  
 ساری دنیا میں بیا طوفانِ رستاخیز کر  
 پھونک پھر اس قلبِ افسردہ میں روحِ حیدریؑ  
 بے نوا کو دارِ سبِ تختِ جم و پر ویز کر  
 خود فراموشی سے خالی عاشق و معشوق ہوں  
 جو شمعِ سرفرازِ نفس سے عشق کو لبریز کر  
 جذبِ مستی میں کھڑے ہیں پھر سراپاِ انتظار  
 یا آہی اپنے بندوں سے نہ اب پرہیز کر  
 اپنے جلوں سے منور کر کے دل کی کائنات  
 اور بھی رفتارِ ذوقِ جستجو کو تیز کر  
 کیمیائے عشق ہے اقبال تیری مشیتِ خاک  
 میری ہستی کو بھی نذرِ آتشِ تبریز کر

# ہو گیا پنہاں وہ میر کا رواں لاہور کا

ہو گیا پنہاں وہ میر کا رواں لاہور کا  
 قافلہ بے جاوہ و منزل رواں لاہور کا  
 جس نے دنیا بھر کے زندوں کو صلائے عام دی  
 مرشد کامل تھا اک سیر مغاں لاہور کا  
 اس خراب آباد میں اب وہ دل مینا نہیں  
 ڈھونڈنا پھر تا ہے ہر پیر و خواں لاہور کا  
 بچھ کے وہ شعلہ ہے لیکن ادب بھی تابندہ تر  
 جس کی چنگاری سے روشن تھا جہاں لاہور کا  
 عشق و مستی کے سنا کر فتمے جاوداں  
 جاودانی کر گیا نام و نشان لاہور کا  
 سینکڑوں عالم بنائے پھر دم تخلیق سے  
 خاک بکڑا لا جلا کر اک جہاں لاہور کا



ہو گئے ہیں باعثِ صداقتِ کارِ کائنات  
 یہ زمیں لاہور کی ، یہ آسمان لاہور کا  
 جاوداں اس کو بھی کراقبال سوزِ عشق سے  
 نذر کو لایا ہے دل ، اک نو جوان لاہور کا

---

---

## تو نے اے اقبال پھونکا صُورِ اسرافیل کیا

دل کی مینا اور ہے، شیشے کی مینا اور ہے  
اس کی صبا اور ہے اور اُس کی صبا اور ہے  
ایک سستی ہے کہ مرہونِ خمار و خستگی  
جاودانی ہو اثر جس کا وہ نشہ اور ہے  
ایک ہی جلوہ سے لیکن فرق اہل دیدیں  
چشمِ بینا اور ہے اور قلبِ بینا اور ہے  
کوہِ صحرائیں جو گم ہو وہ نہیں سوائے عشق  
کوہِ صحرا جس میں خود گم ہوں وہ سودا اور ہے  
جس کی فطرت ہو امینِ قاہری و دلبری  
جس کا شیدا ئی ہے دلِ نہ روتے زیبا اور ہے  
کس نے پھر کیس بدل ڈالی مری بزمِ خیال  
اب تمنائی ہوں میں جس کا وہ دُنیا اور ہے

---

دمبدم ہو اور بھی یہ شعلہ فرقت بلند  
 میرے اس دردِ محبت کا ایسا آدر ہے  
 تو نے اے اقبال پھونکنا صُورِ اسرائیل کیا  
 عالمِ نکر و عمل کا اب تو نقشہ آدر ہے

زنگار

# اقبال بلند ہو گیا ہے

(رفا نصاحب ابوالاثر حفظ جالندھری)

غم حوصلہ مند ہو گیا ہے      دل صبر پسند ہو گیا ہے  
 دریا دریا تھے میرے آنسو      وہ چشمہ ہی بند ہو گیا ہے  
 غم کھانے کی ہو گئی ہے عادت      یہ زہر بھی قند ہو گیا ہے  
 کچھ لطف نہیں ہے ندگی کا      ہر سانس گزند ہو گیا ہے  
 ہاتھوں سے خوشی کا ہر بہانہ      پردوار پر بند ہو گیا ہے  
 انداز حیات و مرگ اقبال      میرے لئے پسند ہو گیا ہے  
 دنیا میں بڑا تھا اس کا رتبہ      عقبی میں دوچند ہو گیا ہے

اقبال بلند تھا ہمارا

اب آدر بلند ہو گیا ہے

# اشکِ خونین

(مولانا فضل الحسن حسرت موہانی کا پنور)

عاشقی کا حوصلہ پرکار ہے تیرے بغیر  
 آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر  
 کاروبارِ شوق کی اب وہ تن آسانی کہاں؟  
 دل پہ ذوقِ شاعری اک بار ہے تیرے بغیر  
 شرکتِ بزمِ سخن سے بھی ہمیں باوصفِ مہم  
 بر بنائے بے دلی الکار ہے تیرے بغیر  
 جس فراغت کا تمنائی تھیں تیرے لئے  
 اب وہ حاصل ہے تو اک آزار ہے تیرے بغیر  
 دردِ دلی جو تھا کبھی وجہِ مہمات و شہرت  
 بہرِ حسرت موجبِ صد عار ہے تیرے بغیر

## نالہ پابند نے

(جناب حنیف موشیاپوری صاحب ایم اے)

عمر ما در کعبہ و تنجہ نہ می نالہ حیات  
تا زہرِ عشق یک دانا ئے را ز آید پروں

اقبال

سنا میں کیا کسی کو قصہ دردِ نہاں اپنا  
نہ کوئی ہم زباں اپنا، نہ کوئی رازِ داں اپنا  
وہی ہم ہیں، وہی دیرینہ ماتم بد نصیبی کا  
نہ رفتارِ زماں اپنی، نہ دورِ آسماں اپنا  
ابھی کچھ داد باقی تھی ہمارے سخت جانی کی  
ابھی منظورِ محقق قدرت کو شاید امتحاں اپنا  
مفقد کو تدبیر سے کیا تھا سرنگوں جس نے  
نظر آتا نہیں ہم کو وہ "میر کا رواں" اپنا

کدھر کو جائیں اہل کارواں "بانگ درا" گم ہو  
 درا کا ذکر کیا اس کارواں کا رہنما گم ہے  
 ہوا ہے قوم کے اقبال کا بربز پیمانہ  
 گیا وہ سابق بزم خودی، ویراں ہے مینانہ  
 جو قندیل نواسے راہ مستقبل دکھاتا تھا  
 جو رورو کر سناتا تھا غم ماضی کا افسانہ  
 غلاموں کو کیا ذوق یقیں سے آشنا جس نے  
 گداؤں کو بتائی جس نے راہ و رسم شانہ  
 "یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم"  
 زمانے کو دیا جس نے یہ پیغام حکیمانہ  
 رلائے گا ہمیں اقبال کا عرفی سفر برسوں  
 نہ ہوگی اس شب تاریک ہجران کی سحر برسوں  
 بظاہر خاک میں پوشیدہ اہل دل بھی ہوتے ہیں  
 زمیں پیوند دنیا میں مہر کامل بھی ہوتے ہیں  
 یہ گرداب فنا ساحل ہے عسمر جاودانی کا  
 کبھی گرداب کی تہ میں نہاں ساحل بھی ہوتے ہیں

یہ دنیا رہزور ہے اور غبارِ راہ میں انسان  
 غبارِ راہ اکثر واصل منزل بھی ہوتے ہیں  
 تلاشِ ناکفہ لیلے میں رہتے ہیں جو سرگرداں  
 وہ اک دن روشناس پردہٴ گل بھی ہوتے ہیں  
 ”بروں از گنبدِ در بستہ پیدہ کردہ ام راے  
 کہ از اندیشہ بر تری پرد آہِ محرگاہے“ (اقبال)

کچھ اس انداز سے چھڑی حدیثِ آرزو مندی  
 غبارِ راہ کو تو نے عطا کی شانِ انور مندی  
 جو پایا تجھ کو اپنا محسوس اسرارِ فطرت نے  
 تجھے سو پنی سر دس علم و حکمت کی جنان مندی  
 جہاں آب و گل سے لے اڑا ذوقِ خودی تجھ کو  
 گوارا ہونہ سکتی تھی تجھے جینے کی پابندی  
 ہم آغوشِ اس شہرِ جاوداں سے ہو گیا آرزو  
 ”بزی آتش کو بھر گاتی تھی جس کی دیر پویدی“

نشاطِ جاوداں تیرا، بہشتِ جاوداں تیری  
 فروغِ لامکاں تیرا، فضائے لامکاں تیری



نظر سے جلوہ آخر کی تابانی نہیں جاتی  
 دل مجور کی آئینہ سامانی نہیں جاتی  
 ہوا تیرے شکوہ مرگ سے ثابت کہ مر کر بھی  
 پرستارِ حق کی خندہ پیشانی نہیں جاتی  
 تری تربت پہ جاتے ہیں اُبلاتے ہیں جھگڑتے ہیں  
 یہ نادانی سہی، لیکن یہ نادانی نہیں جاتی  
 تو وہ شہ کارِ فطرت تھا کہ تجھ کو چھین کر سم سہ  
 نہیں جاتی "مشیت" کی پیشانی نہیں جاتی  
 جہاں آباد ہے تجھ سا گمراہاں نہیں کوئی  
 تارے ہیں بہت لیکن مہتاباں نہیں کوئی  
 تجھے ہم عمر بھر روئیں مگر رونے سے کیا حاصل؟  
 نہ تجھ کو پاسکیں گے اپنی جاں کھونے سے کیا حاصل؟  
 نرا داغِ جدائی حشر تک دل سے نہ جائے گا  
 یہ دُھل سکتا نہیں، انگلیں سے منہ دھونے سے کیا حاصل؟  
 نہ چھوٹے گا نہ ہاں آرزو آئسو بہانے سے  
 یہ دانے اب زمینِ شعر میں بونے سے کیا حاصل؟

یہ نالے جب بدل سکتے نہیں تقدیر انساں کو  
 تو ان مجبور یوں پر لوحِ خواں بھرنے سے کیا حاصل؟  
 نہ پایاں طلب کوئی نہ بچا ہم نمنا ہے  
 "اثر فریاد دہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے"  
 یہ ممکن ہے رگِ بگرِ بگز سے ہوشِ پید  
 نہیں ممکن کوئی اقبالِ سا ہو پھر بید  
 حیات آوارہ دیرو صدمہ رہتی ہے صدیوں تک  
 تو بزمِ عشق سے ہوتا ہے اک صاحبِ نظر پید  
 کئی پرویزِ ادبِ عیش و عشرت مے کے مرتے ہیں  
 تو ہوتا ہے کہیں فرہادِ ساخو نہیں جگر پید  
 ہزاروں سالِ نرگس اپنی بے لوری پہ روتی ہو  
 بڑی مشکل سے ہوتا ہے چین میں دیدہ و پید  
 نہ جانے کتنی مدت آفتاب اس غم میں جلتا ہے  
 تو سنگِ تیرہ بعل بے بہا بن کر نکلتا ہے  
 دیارِ شوق سے یارب کوئی معنی طرز آئے  
 باہنگِ حجازی پھر صدائے دل نوا آئے

فلک نے مشعلِ خورشید لے کر جس کو ڈھونڈا تھا  
 کہیں سے وہ امینِ دولت سوز و گداز آئے  
 فیترہ نشیں کو جو غرورِ خسرو سی بختے  
 خمتانِ خود سی سے وہ شراب خانہ ساز آئے  
 ”سرورِ رفتہ“ کی پھر آرزو ہے گوشِ معنی کو  
 کسی وادی سے پھر اقبالِ سادانائے راز آئے  
 تراقصِ شناس لے گلشنِ ایجاد پیدا ہو  
 کوئی لوحِ گریہ غرناطہ و بغداد پیدا ہو

## حضرت اقبالؒ کا مزار

(آقائے مرضی احمد خاں میکیش)

جانبِ شرق جو ہے مسجدِ شاہی کا منار  
 ایک دن میں نے سنی اُس پہ مؤذن کی پکار  
 غنمہ کلمہ توحید کا ہوتا تھا بلند  
 ساتھ ہی نعرہٴ تکبیر کی بھی تھی تکرار  
 وہ یہ کہتا تھا کہ آرام سے بہتر ہے نماز  
 وہ صدا دیتا تھا اے نیند کے مائل ہشیار  
 اُس کی آوازیں اک سوز کی دُنیا تھی نہاں  
 لرزہ انگیز تھی اس مردِ خدا کی لہکار  
 اُس کی کُے سے تھی مرے قلب کی دنیا موم  
 اس کی آواز سے تھی مر سی سماعتِ حظدار

اُس کی آواز رہ گوش سے دل میں اُترتی  
 کر گئی روح کے خوابیدہ قومی کو بیدار  
 جا کے دیکھا تو ملی حضرت اقبال کی رُوح  
 جس کے پاؤں میں مری جان ہو سوز بارِ نثار  
 مجھ کو دیکھا تو کہا "خوب تھی سر کیوں ہے"  
 "اپنے مرنے کا مجھے بھی ہے مکمل قرار"  
 "لیکن اس حال میں بھی میرا وظیفہ ہے وہی  
 ہو گیا جس میں مرا جامہ ہستی صد تار"  
 "زندگی میں جس قافلہ کہتے تھے مجھے  
 اب موذن ہوں میں و قلم بزمِ ابرار"  
 "ماذنہ مسجدِ شاہی کا جو ہے کاخِ بلند  
 دیکھو اس کاخ کے سائے میں بنا میرا نزار"

# اقبال کے مزار پر عقیدت کے آنسو

خواجہ دل محمد صاحب ایم اے سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

شاہنشاہِ اقلیم معافی اقبال دانا ئے رموزِ آسمانی اقبال  
احباب کو مرثیہ پہ اصرار ہر کیوں رکھتا ہر حیات جاودانی اقبال

پیغام پہ پیغام چلے آتے ہیں انعام پہ انعام چلے آتے ہیں  
بے تار کا سلسلہ تھا اللہ کیساتھ الہام پہ الہام چلے آتے ہیں

اقبال تھا آشفتنہ نگینو مے حجاز اقبال شہید تیغِ ابروئے حجاز  
مرد میں بھی انتظار باقی ہے اسے ہنوتوں تبسمِ ادرمنہ سے حجاز

گفتارِ حکیم ہے کلامِ اقبال      پیغامِ حکیم ہے پیامِ اقبال  
سرمایہ جوشِ زندگانی ہے یہی      گردِ دل میں ہو سوزِ تمامِ اقبال

### قطعہ تاریخِ وفات

کون لائے گا اب پیغامِ سروش؟  
اے دلِ اقبال ہو گیا رُپوش  
شمعِ خاموش، سالِ حشری ہے  
عیسوی، شمعِ شاعری خاموش

## اقبال

جناب جلال الدین بسیر سٹریٹ لاہور  
روح و روان دوستی، مہرِ نیر علم و فن  
آج ترے فراق میں جانِ ہماں سو پُر خزن  
ختمِ مخفی تجھ پہ دوستی، جس کا بنا رفیق تو  
اس سے رہا تو ہم نوا مثلِ عنابدل چمن  
چشمِ علم سے ترے نہرِ حکم رواں مدام  
فکرِ ساری سدا باورِ حیرتِ زمن  
دورِ جدید میں اگر فکرِ جدید کا ظہور  
ہوتا تھا تیری قوم کے فکرِ صحیح میں خندہ زن  
طلحِ غیور میں تری اٹھتا تھا ایک ولولہ  
ماہِ غیب بن کے تیرے دل پہ تھا روشنیِ فغن  
کون بنے گا ترے بعد دینِ ہدی کا ترجمان  
آئے گا کب جہان میں پھر تجھ سا پیرِ سخن



## علامہ اقبال

ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے پنی۔ ایچ آر ڈی  
جامعہ ملیہ دہلی

لطفِ مجلس کیا رہا جب میرِ مجلس اُٹھ گیا  
وائے ناکامی کہ بزمِ اہل دل برہم ہے آج  
تھا جہاں کل نغمہ مستانہ کا جوش و خروش  
ہے وہاں آہ مسلسل نا اہلِ پیہم ہے آج  
سینہٴ مسلم کہ کھٹا گنجینہٴ مرثوق و امید  
ہے دُورِ یاس اُس میں ادبِ نجومِ غم ہے آج  
نکمر کی جب سالِ رحلت کی تو دسی دل نے صدا  
ہلتِ اسلام میں اقبال کا ماتم ہے آج

## وصالِ اقبال

(ابو نعیم الحسینیؒ کا نشر جانندھری)

دُنیا سے اٹھا راج دُلا را اقبال

نظروں سے چھپا داج دُلا را اقبال

ہر لحظہ ہے یوں نوحہ سرا دہر ہند

پیدا اقبال، ہائے پیا را اقبال

اسرارِ خودی کے کون سمجھائے گا

خود تڑپے گا کون، کون تڑپائے گا

اسلام اسی غم میں گھلا جاتا ہے

دانا تھے رموزِ عشق، کون آئے گا

محمود شاہ مر قتل شد نہ رہا

محموم کا مظلوم کا داؤد نہ رہا

یوں مرتبہ خواں ہے عالمِ لبرعِ بشر

آزادی انسان کا حبیب نہ رہا

## آہ! اقبال

(از مولانا حسن پوری صاحب)

آہ! وہ اقبال کا سوزِ جگر  
 آہ! وہ دین کے شبستاں کا چرخ  
 آہ! وہ شعلہ جو محفی ہو گیا  
 کر کے روشن بزمِ ایماں کا چرخ  
 آہ! وہ پُر درد و حق آگاہِ دل  
 تنہا جو حکمت کے دبستاں کا چرخ  
 روشنی لیتا تھا جس کے نور سے  
 عشقِ حریت کے ایواں کا چرخ  
 اے قضایہ نورِ چھپنے کا نہیں  
 گوشہٴ دامن سے کیوں ڈھانکا چرخ  
 بے بصیرتِ مُردہ دل کہتے ہیں  
 بچھ گیا گو غریباں کا چرخ  
 جادو دانی ہے اثرِ اقبال کا  
 گل نہ ہو گا اس گلستاں کا چرخ

# آہِ اقبال

(از جناب ہرمی انصاری بی اے)

آج رخصت ہوئے دنیا سے جناب اقبال  
 چھپ گیا زیرِ زمیں ملتِ بیضا کا ہلال  
 آج گل ہو گئی ماتم کدہ ہند میں شمع  
 جس کی کرنوں سے منور ہوا فانیوں کا خیال  
 آج رخصت ہوا اقوامِ ہل کا مُسن  
 کیوں نہ ہر قلب پہ طاری ہو غم و رنج و طال  
 ہندی لغنوں میں بھرا سوزِ حجازی جس نے  
 کشورِ ہند میں تارہ کیا ایسا انِ ہلال  
 فیضیاب اس سے ہوئے مشرق و مغرب کیساں  
 اس کے شہزادہ احساں میں جنوب اور شمال  
 اُس کے لغنوں سے ہوا سبز خودی کا افشار  
 یہی تھا اصل میں اُس مرقدِ سدر کا کمال

درِ دِ اسلام نے کھکھا دیے تاب اُسے  
 غولُ رلاتا تھا اُسے ملتِ بیضا کا زوال  
 خالی مشرق ہوا اس کو ہر ایک دانہ سے  
 جس کی ڈھونڈنے نہ گئی کہیں دُنیا میں مثال  
 خاک میں چھپ گیا وہ مردِ یگانہ صدِ حقیقت  
 جس کی نظروں میں تھا ملت کا عروج اور زوال  
 پیارہ پیارہ ہے ہجر، اُوج پر غم کا سایہ  
 اور دلِ مسلم بچا رہے صدیوں سے بڑھال  
 اٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبر  
 اٹھ گیا آج زمانے کے ستمِ اقبال

## یادِ اقبال

(انجناب محمد غالب انرچکوالی صاحب بی اے ایل ایل بی)

ایشیا کا فخر مشرق کا بھی سر چل بسا  
 آہ! وہ اقبال، وہ مردِ قلندر چل بسا  
 جس کی تابش سے منور تھا ہماں شاعری  
 آسمانِ شعر و حکمت کا وہ خاں چل بسا  
 گرم تھا دل جس کا سونرا چہرہ خستہ سے  
 اجتہاد و صدق و آزادی کا پیسہ چل بسا  
 جس نے پھونکا قلبِ تپتی بیضا میں افسوں حیات  
 زندگی جاوداں کا وہ سمیہ چل بسا  
 ہند کے راتے جواہر جس کے آگے ماند تھے  
 آہ! وہ انمول، وہ لاشانی گوہر چل بسا

عشق تھا جس کی نظریں بتوں کی زندگی  
 وہ مجھ پر عشق و الفت کا شکار پیل بسا  
 بام پر جس نے ترقی کے چڑھایا قوم کو  
 عہد موجودہ کا وہ بیباک رہبر چل بسا  
 وہ کہ جس کی ہر نوا تجلیدِ شانِ رفتہ تھی  
 سیرتِ بستانی و بلوڑ کا مظہر چل بسا

## اقبال اور سرزمین پنجاب

از جناب سبل دہوی صاحب

لٹ گیا تیری تجھیں آفرینی کا شباب

خون کے دانے اگلے سرزمین پنج آب

بے خودی اب کس کو بخشے گی خماری معنوی

اڑ گئی تیری صراحی سے خبر دہر و شراب

شعرت کا سوزِ باں افروز برساٹے گا کون

کون اب فطرت کے چہرے سے اٹھائے کاف

بجھ گیا تیری فیضیت کا وہ ضو اُٹکن چیراغ

آسمان پر ڈھونڈنا پھرنا ہے جس کو آفتاب

ے گئیں حوریں اٹھا کر اس پریشاں حال کو

توہی کیا ہر روتی ہے اک نیا ترے اقبال کو

لیکن اے بد بخت سے تو ناشناس التفات

کس طرح کرتا ترے آغوش میں وہ دن ہوا

اُن سنی کرتی تھی تو اقبال کی بانگ درا

ے کے آیا تھنا وہ تیرے نام پیغام حیات



ترک کی پھر بھی نہ تو نے بے حسّی، مُردہ دلی،  
 لاکھ سمجھاتا رہا وہ زندگانی کے نکات  
 ظُلمتوں میں دیکھتا تھا وہ تجلاتے قلوب  
 اُس کا ہر انداز تھا گرویدہ صد مشکلات  
 وہ تری تقریب بہت سوز میں شامل نہ تھا  
 تیرا انگشتن اس بلا آہنگ کے قابل نہ تھا  
 اب تو کستی ہے دل بے جس کو گرائے گا کون؟  
 رعبِ سلطانی کو اپنے ڈر سے ٹھکرائے گا کون؟  
 ہوگا اسرارِ خودی کا خزن اب کس کا کلام؟  
 گیسوئے اُردو اب اے قبال سلجھائے گا کون؟  
 کون اب پہنچائے گا پیغام بالِ حبیبِ ایل؟  
 جاؤ کہ نہ تر کیوں کو پہنچائے گا کون؟  
 کون اب دے گا زمانہ کو عجمِ ضربِ کلیم؟  
 موجِ خوابِ بد کو اب سینے میں ترپائے گا کون؟  
 تو رموزِ بیہِ خودی کا آئینہ پُر داز تھا  
 اس گلستاں کو ترا گریہ ابھی درکار تھا

## سُرودِ رفته

از جناب سید فیضی جالندھری صاحب

حضرت اقبال آں معجز گرے      در جہان شاعران پیغمبرے  
شاعر مشرق، حکیم باکمال      آسمان دولت یسماں گوہرے  
ظاہر شہ ناسد باطنِ خوش نظر      باطنش از ظاہر او خوشترے  
مرست انصہبائے اللہ، الصمد      کہوت لا تقنطلو اندر دہسے  
زارت ایں باشد کہ کوئی نور جاں      از شمع ہر وہا روشن ترے  
آنگہ شد ضربِ کیمیش در جہاں      بہر فرعونِ فرنگی خنجرے  
آنگہ خوردہ از سہوئے لالہ      ساجدیں آسا لبالبِ ساغرے  
بلند است اسلام را بطلِ جلیل      شاعرے حریت آں جادوگرے  
غافل از خود در جہان بے خودی      خوش ہو دایں شعرِ حیرت پرورے

”مفرق دریا طغلاک و برنا و پیر“

جاں بسا عل بڑیک مرد فقیر“

## نوحۂ اقبال

(از جناب ملک منظور حسین صاحب منظور بنی اے)

کس قدر درد آفریں ہے شاعر مشرق کا غم  
روزِ محشر سے نظر آتا نہیں یہ روزِ کم

بن گئے ہیں سر پہ سر کا شانہ رنج و اطم  
کابل و ہندوستان، مصر و عرب، روم و عجم

فرطِ غم سے گلشنِ اسلام ہے پامال آج

سو گیا ہے اُمتِ مرحوم کا اقبال آج

کون اب تازہ کرے گا آتشِ عشقِ حجاز

کون بجھے گا دلِ عشاق کو سوز و گداز؟

اب کہاں دیکھے گی چشمِ غزنوی حُسنِ ایاز

کون سمجھائے گا اس کو معنیِ ماز و نیاز؟

دروہن کر در کی کھینچے گا اب تصویر کون؟

عشق بن کر اب کرے گا عشق کی تفسیر کون؟

اٹھ گیا دنیا سے میرے کاروانِ زندگی  
 جس کے دم پر ناز کرتا تھا جہاں زندگی  
 جس کی ہمت سے کھلے سترِ نہاںِ زندگی  
 جس نے آسمان گر دیا تھا امتحانِ زندگی  
 جس کا ہر اک حرف تھا آئینہ دارِ کائنات  
 جس کا ہر اک لفظ تھا گنجینہٴ رازِ حیات  
 آہ! اپناں ہو گیا دنیا سے وہ دانائے راز  
 پیکرِ مشرق میں تھا جسکی نوا سے سوز و ساز  
 ذوقِ پروازِ تجیل جس کا تھا شاہِیں نواز  
 جس کے اندیشے میں تھی اک گرمیِ آہنِ گداز  
 آتشِ حُسنِ ازل تھی شوخیِ تحسیرِ میں  
 گرمیِ ذوقِ عمل تھی نالہٴ شبگیرِ میں

# اقبال

(از جناب مولانا خاندان بخش صاحب اعظم امرتسری)

اقبال ۱۰۔ کسے سپہرِ بلاغت کے آفتاب  
 ہو گا نہ کوئی ناکِ سخن میں تڑا جواب  
 بیل کر بڑا جواں ترے آنکوشِ فکر میں  
 کہتے ہیں جس کو اہل جہاں جوشِ انقلاب  
 تو نے اٹھا کے پردۂ فطرت دکھا دیا  
 دریا میں دشت، دشت کے آنکوش میں سُرّا  
 تیرا دماغ مطلعِ خورشیدِ معرفت  
 تیرا خیال علم و حقیقت کا ماہتاب  
 بس تھے رت بادہ کُشانِ جنین و بدر  
 تو نے پلائی شعر کے ساغر سے وہ شراب

تعبیر جس کو ڈھونڈتی پھرتی ہے چار سُو  
 تو نے دکھا دیا وہ نئی زندگی کا خواب  
 کتنی حیات بخش ہے تیری لوائے شوق  
 پیر جہاں نے چھیڑ دیا نفسِ شباب  
 تو نے بتائی قوم کو تہذیبِ زندگی  
 پھیلی ترے کلام سے تصویرِ زندگی  
 اقبال اے ہمیں سبر ایمان انقلاب  
 تو نے پڑھایا مصحفِ عرفان انقلاب  
 باقی اگر ہے فیضِ تیری موجِ طبع کا  
 اُسے گا تہذیبِ ہند سے طوفان انقلاب  
 تارِ رگِ حیات سے باز نہیں گئے نوجوان  
 توڑا جو چرخِ پیر نے پیمان انقلاب  
 آئے کو ہے وہ روز کہ محشرِ قہر آگ  
 مانگے گی منہ چھپانے کو دامن انقلاب  
 مشرق کی کالی رات سے پھیلے گا نورِ صبح  
 ہو گا طلوعِ مسر درخشان انقلاب

شاداب ہوگا بارشیں لطفِ کریم سے  
 صحرائے انقلاب و گلستانِ انقلاب  
 بانگِ دراءِ زبورِ عجمِ بالِ جبِ میل  
 ہوں گے جدیدِ عہد میں ارکانِ انقلاب  
 اقبال کے کلام میں غلطیاں ہیں جس کا نور  
 چرخِ عمل سے ہوگا اسی چاند کا ظہور  
 مانندِ ابر فیضِ گلستانِ ہند پر  
 برسا، برس کے پتھرِ وعدت کھلا گیا  
 آیا تھالے کے خلد سے پیغامِ زندگی  
 پیغامِ دے کے خلد کو واپس چلا گیا  
 سازِ حیات چھپر کے مضربِ عشق سے  
 نغموں سے در و دل کی کہانی سنا گیا  
 وہ حسرتِ پُر اثر جیسے کہتے ہیں لوگ شعر  
 اس حسرت سے وہ رازِ دو عالم بنا گیا  
 سوئی پڑی سختی تو ہم ہلاکت کی نیند میں  
 ہنگامہٴ حیات و عمل سے جگا گیا

شامِ سیاہ ہند میں جس سے تھی روشنی  
 درست اجل وہ شمع منور بجھا گیا  
 اے شاہِ شاعران زمانہ ترا وصال  
 بزمِ سخن کو محض مل ماتم بنا گیا  
 لیکن ترے کلام سے زندہ ہے تیرا نام  
 جاری ہے شرنک ترادریا نے فیض عام



# اقبال

(از جناب جاسم عباسی رامپوری صاحب)

ہائے وہ اقبال جو تھا واقفِ رازِ حیات

ہائے وہ اقبال جس سے بہرہ ور تھی کائنات

ہائے وہ اقبال جو تھا مصدرِ علم و فن

فخرِ ملت ، فخرِ دنیا - فخرِ وہیں ، فخرِ وطن

ہائے وہ اقبال جس سے تھا ہر اندازِ کلام

فلسفی ، دانا ، مدبرِ منطقی روشن و بارخ

ہائے وہ اقبال جس کا چشمہ فکر جمیل

ہوشمندانِ وطن کے واسطے تھا رودِ نیل

بڑھ گیا صیغہ اس کی سمت بھی بہت اہل

پل بسا دارِ فنا سے وہ ادیب بے بدل

آسمان کی کج خمیہ پر زبیں رونے لگی  
 ذرہ ذرہ پر جہاں کے اک اُڑاسی چھا گئی  
 شامِ غم کی ظلمتوں میں چھوٹ گئی صبح بہار  
 محفلِ علم و ادب کے مٹ گئے نہ منں و نگار  
 لہلائی تھی جو اس کے فیض سرکشِ علوم  
 ہو گئی ہے آج نذرِ گرمی بادِ سموں !  
 قوم کی برگشتہ حالی آج دُورنی ہو گئی  
 مادرِ بہند آج تڑپ گودِ سونی ہو گئی

# علامہ اقبالؒ

(انجناب حامد الانصاری غازی صاحب)

امام فلسفہ و مرد دانشیں حاضر  
محمد عربیؐ کا غلام اور شاعر

وہ مرد شعر و سخن، راہِ قدس کا راہی  
ہلی سخی تخی سے جسے لغتِ خود آگاہی  
وہ ایک مرد قلندر، قلندری میں امیر  
وہ جس کا فقر دلیلِ شکوہ صد شاہی

خودی کے بھید کو دنیا پر کھولنے والا  
خدا کی نواہ میں حق بات تو لےنے والا

مستطاب عشق کے راز و نیاز کا محرم  
متبرج حسن کو لفظوں میں تو لے والا

وہ مرد فکر و نظر، رہ نورِ درِ راہِ ثبات  
وہ جس کی ایک صفت، مایہ ہزار صفات  
وہ جس کے لفظ سے گونا گوسم رنگِ محمود  
وہ مرد حکمت و دیں، واقفِ مآلِ حیات

وہ مرد جہد و عمل جس کی ضرب تھی کاری  
وہ جس کا عالم جلالِ خودی و خود داری  
وہ جس کے فیض سے شادابِ روح کی دُنیا  
وہ جس کا حوصلہ فکر و دل کی بیداری

وہ فلسفی، وہ حق آگاہ، وہ حکیمِ جلیل  
وہ جس کا فلسفہ دینا ہے دعوتِ تکمیل

---

وہ جس کی بانگِ درابوح کا رواں جیات  
وہ جس کے نطق کا ہر لفظ اک صدائے جیل

---

وہ جس کا نطق ہے اعجازِ دینِ فہیم کا  
وہ جس کا قلب تھا اک رائدِ دینِ فہیم کا

---

جنونِ عشق میں خود دارِ قوم کا اقبال  
وہ سرِ فروشوں کا سردار، قوم کا اقبال

---

# آہ! اقبال

(از جناب ارب مالیک النبی صاحب)

شمعِ فطرت تھی جہاں میں زندگی اقبال کی  
 ہر طرف پھیلی ہوئی تھی روشنی اقبال کی  
 بھاگتی اہل وطن کو بے خودی اقبال کی  
 مہر تاباں بن کے چمکی شاعری اقبال کی  
 سوزِ پردائے کا پنہاں اس کی خاکستری تھا  
 شعلہ گردِ دل لودا اس نے دل مضطرب تھا  
 اس نے چمکایا ستارہ عظمتِ اسلام کا  
 قطرہ قطرہ تھا حقیقت پر اس کے جام کا  
 چل سکا فابو نہ اُس پر گردشِ ایام کا  
 دہریں بخت ہے ڈنکا آج اُس کے نام کا

اک وہی نسکین دل تھا غالب و عالی کے بعد  
 قوم کا کیا حال ہوگا اس کی پامالی کے بعد  
 اس چمن سے کیسے کیسے نغمہ پرور چل پے  
 ہم نوائے بکبل شیراز اکثر چل پے  
 اہل جہر کو دکھا کر اپنے جوہر چل پے  
 محفل شعر و ادب سے داغ و اکبر چل پے  
 قوم کا اقبال تھا اقبال بھی جتنا رہا  
 آہ اودہ اک نقش بے تمثال بھی جانا رہا  
 اُس نے اس انداز سے چھڑا رہا زندگی  
 اُٹھ گئے اپنی لگا ہوں سے حجاب زندگی  
 اُس کے شعروں میں تھا اک جوش شباب زندگی  
 ذرہ ذرہ بن گیا سب شراب زندگی  
 محفل ہستی میں ایسا رازواں کوئی نہیں  
 کارواں باقی ہے، میر کارواں کوئی نہیں  
 وہ کبھی غرناطہ و بغداد پر تھا انگبار  
 وہ کبھی تھا خاکِ دلی پر دل و جاں سے نثار

سرزمینِ قریطہ میں جب ہوا اُس کا گذر  
 کی بلند اُس نے دہاں بھی اپنے سینے کی پیکا  
 تھا کبھی مُضطر وطن کی بیکسی کے واسطے  
 غمِ یربِ مخصوص تھے گویا اسی کے واسطے  
 اب کرے اُنکا کون لذتِ آشنائے آرزو  
 کس کے لب سے ہم سنیں گے نغمہ اللہ ہو  
 کام آئے گا چین کے کس کی آنکھوں کا لہو  
 کس سے زینت پائینگا اب یہ جہاں بگڑے ہو  
 عشق کے اسرارِ پنہاں ہم کو سمجھائیگا کون؟  
 آتشِ دروِ محبتِ دل میں پھڑکائیگا کون؟  
 ہر نفسِ اقبال کا پروردہ السلام تھا  
 اُس کے ہاتھوں میں چھلکنا زندگی کا جام تھا  
 وردِ ملت سے تر پناہِ عیثِ آرام تھا  
 شاعرِ اسلام تھا وہ شاعرِ اسلام تھا  
 چشمِ ظاہر میں اگرچہ اب وہ لٹا سا رہے  
 اُس کے نقیوں میں حیاتِ جاوداں کا راز ہے



# اقبالِ حیات میں

از جناب شیخ روشن زین صاحب نقیہ برنی اسے ایل ایل بی

رضواں نے بصدنا زکھا، آگیا اقبال  
 فردوس میں ہنگامہ ہوا آگیا اقبال  
 ہے رقص کنناں باوصبا آگیا اقبال  
 لہرانے لگی سارسی فضا آگیا اقبال  
 مرغانِ ادلی انجمن ہیں زمرہ خواں سب  
 خوروں کے بستم سے چمکا اٹھا جنناں سب  
 اک معرج طرب پیکر نشینم سے اٹھی  
 مستی سی مزا میر زرد و سیم سے اٹھی  
 خوشبوئے شفاعت جسم میم سے اٹھی  
 رحمت کی کھٹا کھٹا کھجندہ تکریم سے اٹھی

تبکیسر کے نعروں میں بڑھا جاتا ہے اقبال  
فردوس کے پھولوں سے جا جاتا ہے اقبال

### حالتِ غیبی

اک نور کے بادل سے ندا آئی کہ خاموش  
تھے سب ہمہ تن گوشِ تجلی سے ہم خاموش  
یوں کوئی مخاطب تھا کہ لے ہویش جنوں پوش  
یہ ملا ہے فردوس نہ فردا یہاں دوش  
یاں کام نہیں شام سے تجھ کو نہ سمجھ  
آزاد ہے تو رام گھر مس و سرس  
ہیں اہل جناب دیر سے دیدار کے مشتاق  
نوری ہیں تری گرمیِ گفتار کے مشتاق  
کچھ اہل زبیں ہی نہیں اسرار کے مشتاق  
اس خطہ کے ساکن بھی ہیں اشعار کے مشتاق  
ہے حکم ہمارا لب اعجاز نما کھول  
کس حال میں ہیں عالمِ سفلی کے مکیں بول

## اقبال کا جواب

احوال ہے یا رب تری دُنیا کا المنساک  
 زہرِ بدِ خیالوں سے فضا ساری ہے ناپاک  
 دامنِ وفادرتِ مقرر سے ہوا چساک  
 باقی ہے محبت نہ صداقت تہ انسلاک  
 تبدیل ہوا نظریہِ زبیت جہاں کا  
 اب نام نہیں لیتا کوئی حفظ و اماں کا  
 گھمسان کا ہے معرکہِ سود و زبیاں اب  
 ابلیس کے قبضہ میں ہے اقلیم جہاں اب  
 بیکار ہوئے تیغ و سناں تیر و کمان اب  
 یا بگم ہیں یا ہر سمت ہے گیسوں کا دھواں اب  
 طوفان اٹھے گا، ہے قرآن سے ٹپکتا  
 پھر قہرِ جنہم سے ہے شعلہ سا پلکتا  
 آمادہٴ بیکار نظر آتی ہے دُنیا  
 آپ اپنے سے بس زار نظر آتی ہے دُنیا

پھر امن کی بیمار نظر آتی ہے دُنیا  
 فتنوں کی جلبکار نظر آتی ہے دُنیا  
 اس آگ سے بچ سکتے نہیں ارض و سما بھی  
 مٹی بھی بھڑک اُٹھے گی، پانی بھی ہوا بھی  
 ہر قطرہ لہو کا ہے مچل جانے کو تیار  
 مے کی طرح ساغر سے اُچھل جانے کو تیار  
 افراد سے افراد بدل جانے کو تیار  
 اقوام کو اقوام نگل جانے کو تیار  
 پھر ڈھونڈتے ہیں لوگ اُبلھنے کا بہانہ  
 لَا تَقْسِدُوا وِجْہَیْہِیْنَ اِلَآ اَرْضَیْہِیْنَ  
 خطبہ یہ سناتے ہیں فقیہانِ فرنگی  
 خُدا رہیں جینے کو نہ اصفار نہ رنگی  
 مچلی کو مندریں ہے دم لینے کی تنگی  
 حاوی ہے ہر اک قطرے پہ آئینِ ننگی  
 دب سکتا ہے بخورِ زیریں اس کو دبا دو  
 کمزور کو اب صفحہ ہستی سے مٹا دو

مشرق کی ہوا طوق و سلاسل کی ہے حامی  
 یاں چھوٹتا پھلتا ہے بہت نخل غلامی  
 ان وطنوں کی اقوام ہیں مدقوق و جذامی  
 صحبت میں نہ ہندی ہے نہ چیتی ہے نہ شنائی  
 خوں صرف ہو اسب میرا تقسیم بر لدا میں  
 مر جاتی ہے تائیس بھی پڑ مرده ہو میں  
 ہیں سخت بہت بندہ مزدور کے اوقات  
 دن چین سے لگتا ہے نہ آرام کی ہے است  
 غم خانہ نا دار طرب خانہ آفاست  
 سرمائے سے مضبوط ہے صنعت کا طلسمات  
 پھیلا ہوا ہے زیر فلک دامن کلوں کا  
 آدم سے لیا جاتا ہے اب کام کلوں کا  
 مذہب ہے فقط غارہ رخسار معاصی  
 ہے پردہ تقدیس میں انبار معاصی  
 تقویٰ کی بغل میں ہے نہماں مار معاصی  
 ہر سجدہ زاد ہے تکرار معاصی

جو جرم پنپتے نہیں بدیوں کی بدہوں میں  
 اُن جرموں کی ہے نشو و نما خالقوں میں  
 فطرت کا نوا ساز جسے کہتے ہیں اسلام  
 کونین کا وہ ناز جسے کہتے ہیں اسلام  
 رحمت کی وہ آواز جسے کہتے ہیں اسلام  
 وہ دل کا ترے راز جسے کہتے ہیں اسلام  
 وارث نہیں اس وقت اس اسلام کا کوئی  
 وارفتہ نہیں اب تو ترے نام کا کوئی ؟  
 دریا ہائے تلاطم ہے ٹہکتا ہے سینہ  
 دہشت سے پھٹا جاتا ہے ہر ایک کا سینہ  
 موجوں کے خم و پرچ ہیں یا موت کا زینہ  
 ہر قطرے کے دل میں ہے بھری آتش کینہ  
 اب کون ہیں اس کشتی لہزاں کے طرفدار ؟  
 ملالِ ناک ہو گئے طوفاں کے طرفدار  
 قابو میں مرے دل سے نہ قابو میں مرے چنگ  
 ہو سازِ اُترتین پہل جاتا ہے آہنگ

نظروں میں ہوئی جاتی ہے جنت کی فضا تنگ  
یہ عالم نیرنگ ہے یاد رکھا اڑتنگ  
یا چھین لے یا رب تو سکت میری زباں کی  
فردوس میں یا مجھ کو اجازت ہو فضاں کی

سر ہونے نہ پایا تھا ابھی نالہ مضطرب  
ٹپکالب اقبال پہ اک قطرہ کوثر  
تسکیں کی پھوہار برسے لگی اس پر  
قندیل مقدس سے ہوئی رُوح منور  
پھر کان میں آنے لگے معصوم ترانے  
لوٹ آئے وہی جنتِ مادی کے زمانے  
باطن کی کھلی آنکھ، اٹھا وقت کا پردہ  
سب فرقی ہوا دُور ازل اور ابد کا  
کثرت کا جو دریا ہے وہ وحدت کا ہی دریا  
وہ ایک رہا، ایک ہے اب ایک رہے گا

ڈالی جو نظر صاف تھا آئینہ تقدیر  
 تھی اس میں جھلکتی مگر اعمال کی تصویر  
 روشن ہے مگر خُشک نشینوں کی نظر میں  
 کل کو نشی ڈھالیں گے وہ بنائے قمر میں  
 وہ دیکھتے ہیں کھیت کو بچی کے شر میں  
 اور درجہاں تو لگتے ہیں نجمِ حسین  
 ہے سامنے پھر عالمِ حادث کا نظارہ  
 صنم ہے یہم امردزائے سرد اکا کنارہ  
 پھر رافتِ فطری سے ہم آغوش ہے دُنیا  
 شہِ راہِ صداقت پہ عملِ کوش ہے دُنیا  
 اُلفت کی ہے لے اور ہم تنِ کوش سے دُنیا  
 خاموش ہے ہرجوش ہے باہوش ہے دُنیا  
 اک گوشہ میں بیٹھا ہوا سر دھننا ہے ابلیس  
 خارِ اپنی ہزمت کے پڑا چننا ہے ابلیس  
 کوثر کے کنارے پہ ہے اقبالِ نوازِ ن  
 طوبی کے سبِ شاخ سے بیل کا نشمین



مضربِ خودی سے وہ بپا کرتا ہے کلشن  
 نغمہ کبھی نشریں ہے کبھی گل کبھی سوسن  
 کہتے ہیں ملائک کہ دلاؤ بڑے اقبال  
 حوروں کو شکایت ہے کم آئینہ ہے اقبال

# نذرِ اقبال

(از جناب اقبال شمیم بھیروسی صاحب)

ایشیا کے نور، اے اسلام کے بطلِ جلیل  
تیرا پروازِ تخیل ہم نوائے جبریل  
فارسی زندہ مکتبی تیسری شوخی گفتار سے  
زینتِ کاشانہٴ اردو تری فکرِ جمیل  
سوزِ رومی شعلہ افشاں تھا نواؤں میں تری  
اور ترے تخیل میں تھا علوہٴ روحِ خلیل  
کارواںِ سالارِ اُمت ہے تیرا نقشِ حیات  
مردِ مومن کے لئے تیری نوا بانگِ جمیل  
نسلِ آدمِ مدتوں روئے گی تیری یاد میں  
اور دیلِ زندگی ہو گا تری فکرِ جمیل

رنگ بدے گی ہزاروں گردشِ دوراں مگر  
 غیر ممکن ہے کہ پیدا ہو سکے تیرا شیل  
 تو متارح رفتہ کی اک رہ گیا جھٹا یادگار  
 چھن گیا اسلامیوں سے یہ بھی انعامِ جلیل  
 لے کے آیا بارگاہِ قدس میں تیری شمیم  
 آنسوؤں کے چند قطرے یعنی اک نذرِ فلیل  
 آسمانِ تیری لمحہ پر شبنم افشانی کرے  
 مینہِ نورِ ستارے تیرے در کی دریانی کرے

# اقبال

انجناب سراج الدین ظفر صاحب بی اے ایل ایل بی

دیار ہند میں آوارہ تھی جو بوٹے لطیف  
اُڑا کے لے گئی اُس کو ہوائے ذوق وصال  
لب نیاز پہ لہڑیاں تھی جو لڑائے سروش  
پہنچ گئی وہ تڑپ کر سر حریم جمال  
کہاں ہے آج وہ آئینہ دار حسن خودی  
جلائی برق حقیقت سے جس نے شمع خیال  
کہاں ہے آج وہ نغمہ طراز سازِ السّٰت؟  
دلوں میں بھونک دی جس کی نوائے رُوحِ بال  
دراز و مہشی فطرت سے ہو گیا خاموش  
وہ سازِ عشق کہ جس کی نوا تھی بارِ شال

خزاں کی تندی ہواؤں کی تاب لانہ سہی !  
 وہ شمع مظلومہ پرویں کی طرح جس کا جمال  
 تجھے خبر بھی ہے اُنے دست بے پناہ اہل ؟  
 تری جفا سے ہوئی کشت عاشقی پامال  
 تجھے خبر بھی ہے اے رستخیز باد فنا !  
 کہ کچھ گئی تری جولانیوں سے شمع کمال  
 ہوا خاموش مدینے کا ساز روح گداز  
 نوائے طوطی پام حرم ہے بے پردہ بال  
 کہاں وہ سوز نوا ہائے زندگی افروز  
 کہاں وہ لطف تب و تاب محفل اقبال  
 نظریں اب بھی ہیں نقشے وہی سمائے ہوئے  
 عروس شعر ہے ماتم میں سر جھکائے ہوئے

# عظمتِ اقبال

(از جناب شیر محمد حمید صاحب ایم اے)

تجھ سے آباد آرزو کا جہاں      زندگی بخش مدعا ہے تو  
 تیرے نعموں میں سحر بیداری      مطربِ قدس کی نوا ہے تو  
 تجھ سے فطرتِ صحیفہٴ امید      عشق کی بزم کا دیا ہے تو  
 تو ہے دینِ خودی کا پیغمبر  
 مذہبِ عشق کا خدا ہے تو

دیکھ کر تیرے فکر کی رفعت      حیرتی ہے فضا ئے لامحدود  
 یزیدی حق بین نگاہ کے آگے      اک روئے حقیرِ چرخِ کبود  
 کدہٴ عشق کا ہے تو معمار      عقل کے سومات کا نمود  
 تجھ پہ وہیں حیات کی راہیں  
 تیرا نسخہٴ مرگ ہے مقصود

## شکستِ شیشہ

(از جناب اچل سنجیب آبادی)

|                              |                                |
|------------------------------|--------------------------------|
| شیشہ کا ثبات ٹوٹ گیا         | آج اقبال ہم سے چھوٹ گیا        |
| کس کے پہلو میں ہر دھڑکھ جواز | کس کی فکرِ رسا ہے کاشفِ راز    |
| کوئی جاننا ز فلسفہ نہ رہا    | قلبِ مسلم کا حوصلہ نہ رہا      |
| ہائے ملت کا پہلو اس نہ رہا   | وہ دمِ نزعِ رجزِ خواں نہ رہا   |
| زندگی کھو رہی ہے آج کسے؟     | شاعریِ دردِ رہی ہے آج کسے؟     |
| ایشیا آج اٹکبار ہے کیوں؟     | روحِ غالب کی نازِ زار ہے کیوں؟ |
| گوشتے کے مزار پر شبنم        | کہہ رہی ہے بصدِ فغانِ دالم     |
| آج عالم ہے پائمالِ ترا       | کوئی ہمسر نہ ہم خیالِ ترا      |
| غرب کی شانِ دل لگی نہ رہی    | لبِ پرِ شرق کے وہ ہنسی نہ رہی  |
| چل بسا اک حکیمِ نبضِ ملل     | شرقِ سرِ غرب تک ہر ایک خلل     |

روئے عالم پر چھا رہا ہے طالم

ہائے دُنیا سے چل بسا اقبال

## مرقدِ اقبال

(از جناب محمد اشرف خاں صاحبِ عطا)

وہ کہ جس کے دم سے تھیں زخمِ خودی کی روئشیں  
 واقفِ رازِ خودی تھا، عاشقِ نامِ رسول  
 جس نے ملت کے دلوں میں بھر دیا سویرِ بلبل  
 جس نے ملت کو سکھائے زندہ رہنے کے اصول  
 جس نے ضربِ لاسے توڑا تھا طلسمِ رنگِ بو  
 جس کو عالمگیر انسانی اخوت تھی قبول  
 جس نے قلبِ ہند میں چھوڑا تھا صُورِ انقلاب  
 جس کا دل تھا نصرت کے مظالم پر ملول



وہ قلندر جس نے مشرق سے کہا "بیدار شو"  
 جس نے بہت سے کہا "قلبِ مغرب ہے فضول"  
 وہ قلندر جس نے افشا کر دیا سہرِ حیات  
 آج اُس کی قبر پر ہے رحمتِ حق کا نزول

میں نے کل شب خواب میں دیکھا یہ نظارہ عجیب  
 سُرخ و روہی و خاقانی کھڑے تھے سب ملول  
 کہہ رہے تھے مرقدِ اقبال پر مولائےِ روم  
 ترکِ خوابِ خویش کن اے واقفِ رمزِ رسول

# ما تم اقبال

(از جناب لالہ عکین نانٹھ آزاد بی آء)

پھر نالہ لائے غم سے ہے لبریز دل کا ساز  
 پھر ہو گیا ہے دیدہ چیں گہراں گہراں  
 وہ قیاس شناس فلسفی، وہ مردِ مکہ داں  
 وہ با کمال شاعر و درویش و پاکباز  
 نفی تھے جس سخن پر عالی دماغ کے  
 مشرق میں دل پذیر تو مغرب میں جاں نواں  
 تیرا جل نے اس کو نشانہ بنا لیا  
 تھا ہم کو آہ جس کے کمال سخن پہ ناز  
 محفل سے آج ساقی محفل ہی اٹھ گیا  
 آزاداب کہاں وہ شراب جگر گداز

ہر بزمِ وقتِ نالہِ غم ہے ہزار حیف  
خوننا بہ بار ویدہِ غم ہے ہزار حیف

اقبال اے جہانِ معانی کے تاجدار  
اے رومی و ثنائی و غالب کی یادگار  
معنی کو تجھ پہ فخر، تختِ سل کو تجھ پہ ناز  
ناز اں تھا تجھ پہ مشرق و مغرب کا ہر زیار  
آتش کا سوز، گل کی ہلک، برق کی تڑپ  
سو جاں سے ہو گئے ترے تخیل پر نثار  
تو نے سخن کو زندہ جاوید کر دیا  
ترے نفس نے دی چمنِ شعری کو بہار  
دو گز زمیں، آہ! بچھے راسِ آگئی  
شہرت پہ تیری تنگ تھا دامانِ روزگار  
گو زہرِ خاک کا لبہِ خاک آگیا  
تو روحِ بن کے عالمِ جاں میں سما گیا

اے مژدمہ سخن پر برستے ہوئے سحاب  
 اے مطلع وطن کے ویرانہ آفتاب  
 جاں بخش تیری نظم کا ہر استعارہ ہے  
 ہر لفظ آپے مثال ہے، ہر شعر لاجواب  
 اب آکے کون دے گا کُل شعر کو فہم؟  
 بچتے گا کون گوہر معنی کو آبِ تاب؟  
 کہتے ہیں ترجمان حقیقت بجا تجھے  
 ہر راز حق تھا دیدہ باطن پہ بے نقاب  
 رتبہ تری خودی کا نہایت بلند تھا  
 تجھ سے ترے خدا نے کیا بارِ خطاب  
 اس دور میں تو آگہ رازِ قدیم تھا  
 جو ہو حریف جلوہ حق وہ کلیم تھا

جس کی صداؤں پر ہم تن گوش تھے سروش  
 وہ جامِ روح پرورِ عرفاں کا بادہ نوش

جس کی نوا سے نادِ فضاں تڑپ اٹھا  
 اُف، ہو گیا وہ شاعر آتش نوا خموش  
 رنگیں تنہا جس کے حسنِ تخیل سے بزرگ گل  
 جس کی گرج سے موجِ طوفاں میں تنہا خروش  
 سینوں میں جس نے قہرِ گفناں سے بھرا  
 صہبائے بخود می کا، سرور و عمل کا جو شس  
 جس کے ہر اک نفس میں تنہا سے خانہٴ حیات  
 تڑپت ہے اس کی سایہٴ سجد میں منبرِ پوش  
 ہے خاک میں وہ عرشِ معانی ہزار حیف  
 اے انقلابِ عالمِ فانی ہزار حیف

# نوح

(از جناب خلیق قریشی صاحب الملوک)

پھر حشر اٹھانے پہ نکلا چہنچ کس آج  
 اور آگئی پھر فتنہ شہر شہر تہ پہ شکن آج  
 پھر سینہ اسلام ہوا انہوں سے پھلنی  
 پھر چرخ ستکار ہوا تیر فتن آج  
 صد حیف کہ اقبال جدا ہو گئے ہم سے  
 افسوس ! کہ بے بار ہو نخل وطن آج  
 اس رنج میں بے نور ہوئے دیدہ نرگس  
 اور شعلہ جہاں سوز بنی بجوئے سمن آج  
 رخصت ہوا محفل سے وہ اسلام کا فرزند  
 جس کے لئے ماتم ہیں میں ہند اور ختن آج

جس بیل ہندی کا ترانہ تھا جیازی  
 اُس بیل خوش لعن سے خالی ہے چمن آج  
 جس مرقد نے کیا سرخوئی فاش  
 اُسکے کہ خاموش ہے وہ زیر کفن آج  
 جس پھول سے وابستہ تھیں ملت کی امیدیں  
 وہ پھول ہوا صفرِ تاراج چمن آج  
 تاریک وسیع پوش ہوا مطلعِ امید  
 دُوبا آفتِ ہند سے اسلام کا خورشید

# استقبالِ موت

(از جناب بہتم قریشی صاحبِ گجرات)

کس قدر وحشت اُڑھوتی ہے قبلِ وفاتِ موت  
 توڑتے ہیں بے پناہ جور و ستم افعالِ موت  
 زندگی بیچارگی کا دوسرا ک نام ہے  
 ہے قیامت در حقیقت جشنِ استقبالِ موت  
 وہ حکیم بے بدلِ مشرق کا تھا جس سے فرغ  
 مشکف جس پر تھے اسرارِ حیاتِ اعمالِ موت  
 موت سے بخوف ہو جانے کا جو دیتا تھا در کس  
 کھیل بچوں کے، نظر میں جسکی تھے اشکالِ موت  
 فلسفہ جس کا سمجھتا تھا بہسانِ عشق میں  
 چہرہ ہستی کی زیبائش ہے خط و خالِ موت



”مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں“  
 جو کیا کرتا تھا ان لفظوں میں استقبالِ موت  
 دستِ بردِ موت اس کو بے گہی ہے چھین کر  
 ٹھٹ گیا، اقبال ہستی بڑھ گیا اقبالِ موت  
 علم و حکمت کی بدولت زندہ جاوید ہے  
 پیکرِ اقبال ہے گرچہ متاعِ دماںِ موت  
 آخری دم کتنے اطمینان و استقلال سے  
 مردِ مومن کی طرح اُس نے کیا ابطالِ موت  
 دب کے رہ جاؤں میں خوفِ مرگ سے ممکن نہیں  
 تجھ پر غالب آنہیں سکتے کبھی ابوالِ موت  
 ”میں مسلمان ہوں مسلمانِ موت سے ڈرتا نہیں“  
 خندہ پیشانی سے کرتا ہوں میں استقبالِ موت

## اقبال کا پیغام

(انجناب الطاف حسین مشہدی صاحب)

برساتی تھی کل رات مری آنکھ ستارے  
ہونٹوں پہ چھلٹے تھے غضبناک شرارے  
جاںِ حدیث انکار سے گھبرائی ہوئی تھی  
اک آگ کی آندھی تھی کہ لہرائی ہوئی تھی  
نشر سے چھبوتا تھا کوئی قلب و جگر میں  
اقبال کی بے وقت جدائی تھی نظر میں  
ایسے میں سیہ فام گھٹا جھوم کے آئی  
اقبال کے جنت میں قدم چوم کے آئی  
چلنے لگیں نوابوں کے جزیے کی ہوائیں  
ہونٹوں میں لئے قتلِ مینا کی صدائیں  
آنکھوں نے خنک جھنکوں کو شراب کے صدائی  
کچھ نیند کی مے باقی ہے یا ساری لندھا دی

جھونکوں نے تھپک کر مجھے زانو پہ سُلا یا  
 اور ہلکی ہوئی لے میں کوئی راگ سُنا یا  
 اس راگ کی بدست جوانی میں سما کر  
 آنکھوں کے جھپکے ہی میں جا پہنچا فلک پر  
 کیا دیکھتا ہوں نور کے دریا کے کنارے  
 بیٹھے ہیں جواں چین سے مکوں کے سہارے  
 ہرست نظر آتا ہے ہر کا سا ترنم  
 ہر لب پہ جھلکتا ہے نیشاں سا تبسم  
 ہر ماز میں اُٹھات کی سنے جھوم رہی ہے  
 ہر آنکھ میں بدست ادا گھوم رہی ہے  
 چھوٹوں کے جو بستر ہیں تو کلبوٹکی روایتیں  
 اک پینڈر سی ہر ساتی ہیں مضحکہ ہوا ہیں  
 چوڑی ہیں۔ یہ وصل کی رات تو کی کہانی  
 پہیانہ بکف پھرتی ہے خوروں کی جوانی  
 اک خور سے ڈر ڈر گئے کہا میں سے جواں سال  
 اس وقت کہاں ہوں گے تباہ حضرت اقبالؒ

اس زہرہ جبین نے مجھے رستے پہ لگایا  
 اور دُور سے ابوانِ غلامی بھی دکھایا  
 میں پیہرِ انوار کے دیدار کو پہنچا  
 اس صاحبِ امثار کے دیدار کو پہنچا  
 کیا دیکھتا ہوں حضرتِ اقبال کھڑے ہیں  
 اور پاؤں میں بیچارے مسلمان پڑے ہیں  
 آداب بجالایا میں گردن کو جھکا کر  
 اور عرض یہ کی درد کو سینے میں دبا کر  
 اے ہند کی اُجڑی ہوئی بستی کے کنہیا  
 اے سوئی ہوئی قوم کی کشتی کے کھڈیا  
 ”میں آج کی آنکھوں میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں  
 اشکوں کی جگر سوز ضیا دیکھ رہا ہوں“

### شاعر مشرق کا جواب

اے شاعرِ بہدار! تجھے کیسے بتاؤں  
 اس عالمِ پر درد کا کیسا حال سناؤں

تجھ کو نظر آتے ہیں جو روتے ہوئے چہرے  
 ان چہروں پر تھے خدمتِ اسلام کے سہرے  
 جن ہونٹوں کو تو وقتِ فغاں دیکھ رہا ہے  
 ان ہونٹوں نے اسلام کا پرچار کیا ہے  
 ان آنکھوں کو ہر آن جو بیدار رہی ہیں  
 تسبیح کے دانوں پر نظرِ بار رہی ہیں  
 دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی روانے  
 آغوش میں لے لے کے لگایا ہے ٹھکانے  
 اس جرم میں ملتی ہیں انہیں سخت سزا  
 خوفاں شراروں کی نفس سوز غدا  
 احساس کے ہوتے ہوئے مظلوم ہے  
 توحید کی سہمی کے بھی محکوم رہے ہیں  
 اے نورِ نظر جب تو مرے ہند میں جاٹے  
 اور مری ملاقات کے حالات سنائے  
 اس سوئی ہوئی قوم کو چھوگرے جگاتا  
 اور درد بھرئی نئی یہ پیغام سناتا

جب تک نہ خمس و خمار غلامی کو جلاؤ  
 جب تک نہ درِ مشرق و مغرب کو اُجھکاؤ  
 جب تک نہ نفس توڑ کے صیاد پہ لپکو  
 ہر چھوٹے کے لئے ہر ستمِ احباب پہ لپکو  
 اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں تم  
 ایمان تو اک سمت، مسلمان نہیں تم  
 یہ کہہ کے مجھے آپ سوتے غلہ سدا رہے  
 ہیں سقّام کے دل بیٹھے گیا درد کے مارے

# سراقبال

(از جناب امین شہانی صاحب)

ڈاکٹر اقبال وہ رُوحِ سخن      اس جہاں سے ناگہاں جاتا رہا  
 بن گئی ہر دم سخن ماتم کدہ      شاعرِ معجزِ بیاں جاتا رہا  
 ہو گئی ہے آج اُردو سو گواہ      شاید اس کا پاسباں جاتا رہا  
 کس قدر حیران ہیں اہل سخن      آج اُن کا ہم زباں جاتا رہا  
 گلستانِ ہند ہے مسمانِ آج      بلبلِ ہند سستاں جاتا رہا  
 معرفت کہتی ہے آج اسلام      نکتہ داں و راز داں جاتا رہا  
 آج ہیں سب مضطرب جس کیلئے      وہ خدا جانے کہاں جاتا رہا

ذرتہ ذرتہ عجز ماتم ہے کہ حریف

شاعرِ حربِ دو بیاں جاتا رہا

# نوح اقبال

(از جناب اختر بریلوی صاحب)

آہ! دنیا سے اٹھ گیا اقبال  
 شاعر با کمال و با اقبال  
 خوش بیاں خوش نصیب خوش قسمت  
 نیک خو، نیک طبع نیک خصال  
 تکتہ رس، تکتہ سرخ، تکتہ شناس  
 آدمی صدف و نمر شستہ مثال  
 دُور بین، زیرک و فہیم و ذکی  
 آئینہ دارِ جمال و استقبالی  
 حق رس و حق شناس و حق آگاہ  
 باہنر، باخبر، بلند اقبال  
 فہم و ادراک و دولت و دانش  
 اس ہمہ داں کے تجھ پر اس الہالی



تھا جہان پریدہ و مال اندیش  
 دولت علم و فن سے مالا مال  
 مغربی فلسفہ سے تھا آگاہ  
 مشرقی نمکوں سے بھی واقف حال  
 نازشیں دودیاں نیک دلاں  
 خیر اوتار و صوفی و ابدال  
 آشنائے رموز و ریاضاں  
 واقفِ جاہِ حرام و حلال  
 اُس کی شہرت سے گونجتا تھا جہاں  
 مشرق و مغرب و جنوب و شمال  
 تھا و جہیہ و شکیل و کوہ و نثار  
 صاحبِ رعب و داب و جاہ و جلالت  
 جسمِ خاکی میں اس کے تھی شاید  
 طاقتِ بوتراسب و رُوحِ بال  
 تھی طبیعت میں اس کے ہمواری  
 صرف تہ خاصِ احساس کی استقلال

خضر ملت تھا ناخدا ئے وطن  
 قوم کے حق میں تھا وہ گویا ڈھال  
 خاص عنصر تھے اُس کے جو دوسرا  
 تھا نہ کوتاہ اس کا دستِ نوال  
 اس کے افعال نیک و صالح تھے  
 قابلِ رشک اس کے تھے اعمال  
 نقش ہیں دل پہ اہل دانش کے  
 اس کے پسند و نصائح و اقوال  
 ایشیا اس پر رشک کرتی ہے  
 اس کی معدوم ہے جہاں ہیں مثال  
 شاعری اس پر ختم ہے والہ  
 کچھ نہیں اس میں جانے قیل و قال  
 شاعرِ اعظم ایشیا کا خفا  
 ہنہی ہیں گڑھی ہے اُس کی نال  
 اس کے دم سے فروزِ بخِ اُردو خفا  
 اُس کے اُٹھنے سے آگیا ہے نوال

اس سے دعوے کرے تقابل کا  
 نہ ہوئی آج تک کسی کو مجال  
 خوب ہوتا تھا اس کا استنباط  
 اور اس سے بھی بڑھ کے استدلال  
 عارضِ تابناک اُردو پر  
 تھا وہ پیشِ نظرِ حجتِ خال  
 شاعری میں نہ پاؤ گے اُس کی  
 ربیعِ شامِ فراق و عیش وصال  
 تھا خیال اُس کا ارتعاش و اعلیٰ  
 بال کی وہ نکالتا تھا کھال  
 اُس میں شاعری کا کیا کہنا  
 بیچ تھے اُس کے آگے رستمِ نال  
 سُن کے اُس کا کلام اُٹھتا ہے  
 دھند صوفی کو غیب کو خال  
 ہجر سے اُس کے غمگینوں کی  
 ہو گئیں روزِ روزِ آنکھیں لال

رہ گیا شہبازِ سدرہ نشین  
 اس کے دم توڑنے سے بے پروا  
 خاک کو بھی نہ اُس کی پہچان گے  
 ایڑیاں لاکھ رگڑیں گرنقصال  
 اُٹھ گیا اس کا سایہ مریا سے  
 پر غرقا ہے آج اُس کی مثال  
 سب ہیں غمگین اُس کے مرنے سے  
 صاحبِ جہاں اور اہل کمال  
 سوگ ہیں اس کے ہیں کہیں نہیں  
 اس کے ماتم ہیں ہیں انات و جمال  
 میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا  
 روح نے اُس کی جھاڑ سے جب پروا  
 حویریں سرفروں سے تاکتی تھیں اُسے  
 اور کہتی تھیں سب تعالٰی تعالٰی  
 بات کل کی یہ ہے کہ تمنا ہر سو  
 ر و لقی افروزِ دہر اُس کا جمال

آج عالم سے اُس کے ماتم ہیں  
 گل کی باتیں ہوئی ہیں خوابِ خیال  
 کس طرح وہ بجئے گا اِس کے بعد  
 زندگی جس کی ہو گئی ہو وہاں  
 نازشیں بزمِ ایشیا نہ رہا  
 لُٹ گیا شاعری کا بیت المال

## ترجمانِ ملتِ بیضِ خاموش

(از جناب خواجہ غلام نظام الدین صاحب نقشبندی تونسہ ٹریف)

ارتقاے آدمِ خاکی کی ہے تمہید موت  
 زندگی فانی ہے اور ہے زندہ جاوید موت  
 ظلمتِ شب میں مسافر کے لئے خورشیدِ موت  
 کائناتِ دہر کے آرام کی نزدیک موت  
 موت سازِ زندگی کا نغمہ خاموش ہے  
 ابلجائے روح بن کے روح میں دلوں ہے  
 دیدہ ہستی ہے ظاہر میں حقیقت میں نہیں  
 عادتِ ثباتِ خمِ چرخِ موتی مرا آئیں نہیں  
 گفتنی احوالِ جانِ مضطربِ غمگین نہیں  
 اب کسی پہلو دلِ مجروح کو شکیں نہیں

ابرِ رحمت دامن از گنزارِ من بر چید و رفت  
 اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت  
 غرقِ خوں کر دے مجھے اے دیدہ و نثار  
 کیفِ غم نے کھو دیا سے زندگی کا اعتبار  
 ہر نفس سینے میں کیا ہے؟ ایک تیغِ آبدار  
 دامنِ امیدِ ملت ہو گیا ہے تار تار  
 ہو گیا ہے ترجمانِ ملت بیضا خموش  
 جس کے ہنگاموں سے تھی چشمِ جہاں حیرتِ فز  
 کون چھیڑے گا محبتِ آفرینِ نعموں کا ساز؟  
 کون سمجھائے گا ہم کو فطرتِ ہستی کا راز  
 گروئی گفزار سے اب کس کے ہوں گے دلگداز؟  
 کس کے اندازِ تکلم پر کرے گا دہرِ ناز؟  
 رحلتِ اقبال سے سارا جہاں ماتم میں ہو  
 یہ زمیں ماتم میں ہے یہ آسماں ماتم میں ہو

## مزارِ اقبال پر

(الجناب محمد صادق صاحب ضیائی اے ایل ایل بی)  
آج سے ایک صدی بعد ایک زائر کا تصور

آہ! اس مدفن کی جانب دل کھچا جاتا ہی کیوں  
خود بخود آنکھوں سے پردہ اٹھ جاتا ہے کیوں  
کون یہ سوتا ہے فرشتے خاکسپا پر نہیں  
اک جھوٹی ہے مہا اور سب جہنم نشین  
کون دعوت دے رہا ہے دل کو سوز و ساز کی  
لو کہھر رہے آ رہی ہے بوستانِ دانا کی

ہاں یہ سنتا ہوں یہاں تھا اک ستور با کمال  
اک ادیب مکثر پرورشِ شعر تازک خیال



جس کے لغزوں پر تھارِ نضال انقلابِ زندگی  
 جس کا اک اک لفظِ مخاشع کتابِ زندگی  
 ہاں مجھے بکتے ہیں سارا حال آتا ہے نظر  
 ہر طرف چھایا غماؤ اقبال آتا ہے نظر  
 یہ اُسی چارہ گرِ ہند و نال کی قبر ہے  
 اک ادیب و شاعرِ شیوہ بیاں کی قبر ہے  
 میری نظریں آشنا ہیں اُس کے ارشادات کو  
 چُن چکا ہوں پھول اُس کے خرمِ جذبات کو  
 اس فضا نے شغریت میں اک سکون پانا ہے ل  
 اب میں سمجھا کس لئے سیر کھچا جاتا ہے دل  
 تو نے اے اقبال وہ پیغامِ دنیا کو دیا  
 از سر نو جس نے استحکامِ دنیا کو دیا  
 اس قدر اونچا اڑا آسمان ترا شبِ باز فکر  
 ذہنِ انجم میں بھی پیدا ہو گئی تمکینِ فکر  
 اس طرح ہانگ درا سے رہنمائی تو نے کی  
 خاک کے ہر ذرے کی عقدہ کشائی تو نے کی

اٹھ پھراے اقبال اُدنیا پھر تغافل کوش ہے  
 تو اگر آوازِ فطرت ہے تو کیوں خموش ہے؟  
 مضحکہ شمعِ وطن کو پھر مذاقِ سوز سے  
 نغمہٴ دوشیں کو اپنے جملہٴ اُمرد زبے  
 پھر نیا پہلو بدل دے گردشِ ایام کا  
 کیفِ تازہ کر خمارِ ہستیِ ناکام کا  
 شامِ محشر تک بھی تیری یاد جاسکتی نہیں  
 تیرے اسنانوں کو یہ دُنیا جھلا سکتی نہیں

# غمِ اقبال

(از جناب پناعل ششدر صاحب)

اب کہاں نرم نشیں سے اقبال      ساکنِ خلد بریں ہے اقبال  
 فلکِ فلسفہ و حکمت کا      لاجرم ماہِ مہیں ہے اقبال  
 فرض کیجے جو جہاں کو خاتم      اس کا تابندہ نکس ہے اقبال  
 ہے عناصر کا بٹڑ جانا موت      غور کرو دیکھ یہیں ہے اقبال  
 مردِ مومن کا یہی مزا ہے      دیکھئے خندہ چیں ہے اقبال  
 غشِ زلیبت سے تھک کر آخر  
 سو گیا زیرِ زیریں سے اقبال

# بیادشاه مشرق

(از جناب عاشق محمد حاذق صاحب)

سفر ز عالم فانی نموده ، امروز  
 بجای آب ز چشمش همی چکد خنوب  
 بجان ما غم تازه فروخته ، امروز  
 بزخم سینه دلش چو سودا امروز  
 قیاس کن بر سرم بگذرد چها شب  
 مرا تو منظر محشر نموده ، امروز  
 چنان اهل نیازت زنند جام شرنگ  
 که یب محفل ایشان نبوده ، امروز  
 پیام زندگی بر هر نفس همی دادی  
 چه شد که تاب دل مار بود ، امروز  
 چهل نوبل مشرق را شمرده نمود  
 مگر تکبیر دلش آرموده ، امروز

## اقبال زما رفت

(از جناب غلام قادر صاحب قمرخ صدر بزم سرودش امرتسر)

بنیاب دل زار با کہ اقبال زما رفت

اقبال زما رفت

از دوا فنا جانب دنیا ئے بقا رفت

اقبال زما رفت

آں بود حکیمے ، پئے ہر درد دوا گئے

بے حرص و ہولئے

دانا ئے سیمائے نفس دوست شفا رفت

اقبال زما رفت

بشکست دل غنچہ دشت چاک جگر گل

تزدیدہ بلبلس

ہمنگ صبا آمد و ہمنگ صبا رفت  
 اقبال زما رفت  
 ناواقف رہ قافلہ ملت بینسا  
 درپیش خطرنا  
 خاموش بشد بانگ درا را ہمنما رفت  
 اقبال زما رفت  
 آن نغمہ سرانیت ، ہنم محو فغانیم  
 بے روح روانیم  
 در محفل مجرب سب انداز دلیرما رفت  
 اقبال زما رفت  
 خوش شیدہ صفت روشن و چون تاہ منیر  
 خشنود ہمیر  
 ز بس عالم ظلمات بصد نور و نصیا رفت  
 اقبال زما رفت  
 آن غنبد عصر و حق آنگاہ مجرور  
 بے خوف و وحید

---

پیغام خودی داد بدرگاه خدا رفت

اقبال زما رفت

پیغام اجل یافت و شد راهی جنت

باشوق و مسترت

از امر خدا آمد و شاکر به رضا رفت

اقبال زما رفت

---

# وفاتِ اقبال

(انجناب غلام مصطفیٰ صاحب فی اللہ)

سوئے جنت ڈاکٹرِ اقبال رفت  
 در جوارِ رحمت متعال رفت  
 رفت از ماشاءِ معجزِ بیاں  
 نازشیں اسلامیانِ عال رفت  
 سوزِ دسارِ زندگی آموختہ  
 قوم را و خود باستعمال رفت  
 ماند رنج و غم بحالمِ حسرتنا  
 باغِ ثروت از خزاں پامال رفت  
 گفت ہلقب بہر تاریخ وصال  
 صاحبِ آفاق سداقبال رفت

۴ ۳ ۱ ۵



# آہِ علامہ اقبال

(از جنابہ زیب عثمانیہ بیگم صاحبہ لدھیانوی)

کاشانہ ہستی سے اقبال ہوا راہی  
فطرت نے بلا بھیجا فطرت کا نمائندہ  
ممکن نہیں گردوں سے اب اسکی تلافی ہو  
وقتِ مری کھو بیٹھی وہ گوہر تابندہ  
ہستی کی نشیبوں سے صدیوں نہیں مل سکتے  
وہ عشقِ فلکِ پیما، وہ عقلِ قرار زندہ  
ماروں سو بہت آئے جاتی تھی نظر جس کی  
رفعت ہوا گردوں سے وہ کو کبِ خستندہ

وہ بندہ حق آگہ بتلا گیا دنیا کو !  
 بڑھتی نہیں ملت جو باطل سے ہے ترسندہ  
 اپنے اُسے دیتا کیوں وہ محفل اسکاں میں  
 تھا اس کا سخیل جو گوئیں کا نازندہ  
 اُس بندہ مومن کو فانی نہ سمجھ اے زبیب  
 ایسا ہی تو دنیا میں اک چیز ہے پائندہ

## آہِ شاعرِ مشرق ایک خاتون کے آنسو

(پنجاب نمیدہ خاتون صاحبِ فرحت مدبرہ خاتون مشرق)

آہ! اے اقبال! اے ملکِ سخن کے تاجدار!  
ترے غم میں آج سارا ہند ہے ماتم گسار  
مضطرب تیری جدائی سے ہیں روم و ایشیا  
شاعرِ مشرق ہمارے درمیاں سے اٹھ گیا  
تیری مستی ملک و ملت کے لئے تھی آفتاب  
تیری شمعِ زندگی سے ہند و ایران فیض یاب  
دے گیا درسِ حیات نو تر از لیسِ کلام  
زندگیِ افروزِ ملت کے لئے ترا پیام  
تو نے ہی ہندی غلاموں کو دیا درسِ خودی  
قلبِ فرحت کو کیا کیفِ آشنا سے بخودی  
تیری ہستی ہو گئی دنیا کی نظروں سے نہاں  
ہو گئی مہلِ تجھے لیکن حیاتِ باوداں

# آہ! اقبال

(از جناب سردار بیگم صاحبہ اختر حیدر آبادی)

آہ! اے اقبال اے ہندوستان کے آفتاب  
 اے مسیح عہد حاضر! اے خیمہ انقلاب  
 اے کہ تیری شاعری عقدہ کشائی دے گی  
 اے کہ تیرا ہر کلمہ دعوتِ صدا و اضطراب  
 دُورے کو بنایا تو نے رازِ کربِ تو  
 خاک کو تو نے بنایا محرمِ صدا و آفتاب  
 ہند کے غفلت کدہ میں رُوحِ مسلم جاگ اٹھی  
 تو نے چھیڑا اس طرح سے عہدِ رنہ کا رباب  
 ردِ فلقِ تہذیبِ حاضر تیرے آگے سہنگوں  
 عظمتِ دیرینہِ مسلم کا تنہا تو جواب

شاعرانِ وقت کے دل ہی سے اس کو پوچھئے  
 تو ہوا ہے شعر کی دنیا میں کتنا کامیاب  
 تیری رگ رگ میں تھی سوزِ دردِ مسلم کی تڑپ  
 تیری ساری زندگی تھی اضطراب و اضطراب  
 تیری رخصت سے ہوا مسلم کا نقصانِ عظیم  
 اب بتائے کون اہل خواب کو تعبیرِ خواب  
 کیا بتائیں اُن نہ مرنے سے تیرے کیا حال ہے  
 جیسے لٹ جائے کسی کی دولتِ حسن و شباب  
 پھول ہوں کیسے شگفتہ جب چلے جائے بہار  
 ذروں میں کیا سوز ہو جب چھپ گیا ہوا آفتاب  
 اے بہاؤِ زمانہ! تیرے ہیں کجستانِ تجھ سے تھی  
 شمعِ مسلم بزمِ ہستی میں فردِ نالِ تجھ سے تھی

# ما تم اقبال

(از جنابہ صالحہ بیگم صاحبہ مخفی)

اسلام، اے زندہ جاوید اقبال السلام  
 صد مبارک باد تجھ کو گلشن دارالسلام  
 شاعر رنگیں بیاں، ملکِ سخن کے ناصدار  
 ترے غم میں سے دلوں کی مملکت اُجڑا دیار  
 اُڑ گیا بارغِ جہاں سے طوطی شیریں بہن  
 سو گوار اس کے الم میں کیوں نہ ہوں اہل وطن  
 حیف ہے اس یزیدِ ہستی سے بچا ایسا چراغ  
 مینہ ہر روزِ زن ہے جس کے غم میں داغ داغ

آہ! محفل ہے سلامت، اگر مٹی محفل نہیں  
 زندہ ہیں مسلم مگر سینوں میں اُن کے دل نہیں  
 آہ! اے اقبال! تو سُٹھا وہ درخت سایہ دار  
 قوم کو جس نے بنایا قومیت کا مایہ دار  
 چیٹ اب خاموش ہیں تیرے لبِ معجز بیاں  
 کون اب دہرائے گا مسلم کی ماضی داستان  
 کون مردہ جسم میں بھونکے گا اب رُوحِ کمال  
 کون اب مشکل کرے گا مسلم خستہ کی حل  
 موت سے وابستہ ہے سب کا نظامِ زندگی  
 زیستِ صبحِ زندگی ہے مرگِ شامِ زندگی  
 رات کو آرام مل جاتا ہے تھک جانے کے بعد  
 شغل اچھا ہو تو اجراس کا ہے مرنے کے بعد  
 بولے خوش بھیلی تو ہے گلزار میں وہ گل نہیں  
 زمرموں کی گونج پیدا ہے مگر بلبل نہیں  
 زندگی اقبال تیری ہو گئی وقتِ حُسنِ ازل  
 بل گئی تجھ کو مگر اک زندگی جاوداں

کمر ہا ہے دُڑاٹک اپنا ترے اُوپر نثار  
 اور دُعا کو حق سے ہے یہ غنّی سینہ فگار  
 حشر تک تربت پہ تیری بارش الوار ہو  
 ہم نشیں اندر لحد کے رگبت عفار ہو

سید محمد شاہ ایم۔ اے پبلشر نے دین محمدی پریس لاہور میں ہر تمام ملک محمد عارف خاں پرنٹر چھپوا کر  
 اقبال اکیڈمی ۵۴۔ الف سیرکل روڈ بیرون موجی گیٹ لاہور سے شائع کی۔



۱۳۴۱

۱۳۱۵

۱۳۸۵

**DUE DATE**

---

|  |  |  |
|--|--|--|
|  |  |  |
|--|--|--|

